ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور
پاکستان

بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الادارہ:
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور

ایڈیٹر:
مجاہد الحسینی

بدل اشتراک

سالانہ ــــ ۱۶ روپے
ششماہی ــــ ۹ روپے
سہ ماہی ــــ ۵ روپے

غیر ممالک

سعودی عرب:
سالانہ ہوائی جہاز ــــ ۵۰ روپے
بحری جہاز ــــ ۲۵ روپے

انگلینڈ:
سالانہ ہوائی جہاز ــــ ۶۸ روپے
بحری جہاز ــــ ۳۶ روپے

فی شمارہ
۳۵ پیسے

۸ جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ
۲۱ جولائی ۱۹۷۲ء

اسلام کا اقتصادی نظام

مالکِ ہر شے خدا است

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے زمین کی ملکیت کی تعریف یہ کی ہے کہ

معنی الملک فی حق الادمی کونہ احق بالانتفاع من غیرہ۔

حجۃ اللہ البالغہ ــــ جلد ۲ ــــ صفحہ ۱۰۳

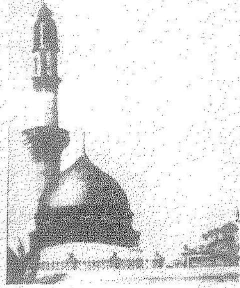
یعنی انسان کو زمین سے صرف حق انتفاع حاصل ہے۔
جب انسان کو حقِ ملکیت حاصل ہی نہیں تو سٹیٹ کاشتکاروں
اور مزارعوں کو حقِ ملکیت کہاں سے دے سکتی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جس
طرح چاہیں تصرف کریں۔ سٹیٹ صرف زمین کی امین ہے، اور
حق امانت ہی دے سکتی ہے۔

ــــ مولانا عبید اللہ انور

تقریر کا پورا متن صفحہ ۷ پر ملاحظہ فرمائیں

مطبوعہ انجمن خدام الدین
شیرانوالہ دروازہ لاہور ــــ فون نمبر: ۶۷۵۴۵

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم



اسمِ اعظم

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے بعض وہ ہیں جن کو اس لحاظ سے خاص عظمت و امتیاز حاصل ہے کہ جب ان کے ذریعہ دعا کی جائے تو قبولیت کی زیادہ امید کی جا سکتی ہے۔

ان اسماء کو حدیث میں "اسمِ اعظم" کہا گیا ہے۔ لیکن صفائی اور صراحت کے ساتھ ان کو متعین نہیں کیا گیا۔ بلکہ کسی درجہ میں ان کو مبہم رکھا گیا ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ لیلۃ القدر کو اور جمعہ کے دن قبولیت دعا کے خاص وقت کو مبہم اور پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ایک اسم پاک "اسم اعظم" نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ اسماءِ حسنیٰ کو "اسم اعظم" کہا گیا ہے۔ نیز انہی احادیث سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ عوام میں "اسم اعظم" کا جو تصوّر ہے اور اس کے بارے میں جو باتیں مشہور ہیں وہ بالکل بے اصل ہیں۔ اصل حقیقت وہی ہے جو اوپر عرض کی گئی ہے۔ اس کے بعد اس سلسلہ کی احادیث ملاحظہ کیجیے:

عَنْ اَبِیْ بُرَیْدَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ، فَقَالَ دَعَا اللّٰہَ بِاِسْمِہِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ۔ (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اس طرح دعا کرتے ہوئے سنا — وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کر رہا تھا — اے اللہ! میں اپنی حاجت تجھ سے مانگتا ہوں بوسیلہ اس کے کہ بس تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی مالک و معبود نہیں، ایک اور یکتا ہے۔ بالکل بے نیاز ہے اور سب تیرے محتاج ہیں۔ نہ کوئی تیری اولاد، نہ تو کسی کی اولاد اور نہ کوئی تیرا ہمسر — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس بندے کو یہ دعا کرتے سنا تو) فرمایا کہ اس بندے نے اللہ سے اس کے اس اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا کی ہے کہ جب اس کے وسیلہ سے اللہ سے مانگا جائے تو وہ دیتا ہے اور جب اس کے وسیلہ سے دعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَرَجُلٌ یُّصَلِّیْ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اَسْئَلُکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعَا اللّٰہَ بِاِسْمِہِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی (رواہ الترمذی والنسائی و ابوداؤد و ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور ایک آدمی وہاں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنی دعا میں عرض کیا: "اے اللہ! میں تجھ سے اپنی حاجت مانگتا ہوں بوسیلہ اس کے کہ ساری حمد و ستائش تیرے ہی لیے سزاوار ہے۔ کوئی معبود نہیں تیرے سوا، تو نہایت مہربان اور بڑا محسن ہے۔ زمین و آسمان کا پیدا فرمانے والا ہے۔ میں تجھ سے ہی مانگتا ہوں۔ اے ذوالجلال والاکرام! — اے حیّ و قیوم!" — تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اس بندے نے اللہ کے اس اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا کی ہے کہ اس کے وسیلہ سے مانگا جائے تو وہ عطا فرماتا ہے۔"

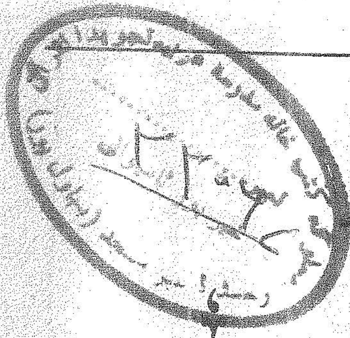
عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمُ اللّٰہِ الْاَعْظَمُ فِیْ ھَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَ فَاتِحَۃِ اٰلِ عِمْرَانَ الٓمّٓ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی و ابن ماجہ والدارمی)

اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسم اللہ الاعظم ان دو آیتوں میں موجود ہے۔ ایک "وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ"۔ دوسری — آل عمران کی ابتدائی آیت — "الٓمّٓ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ"۔

ان احادیث میں غور کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی ایک مخصوص نام پاک کو اسم اعظم نہیں فرمایا گیا ہے۔ بلکہ یہ بات زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے کہ آخری حدیث میں جن دو آیتوں کا حوالہ دیا گیا اور اس سے پہلی دونوں حدیثوں میں دو شخصوں کی جو دو دعائیں نقل کی گئی ہیں ان میں سے ہر ایک میں متعدد اسماءِ الٰہیہ کی خاص ترکیب سے اللہ تعالیٰ کا جو مرکب اور جامع وصف مفہوم ہوتا ہے اس کو اسم اعظم سے تعبیر فرمایا گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ جن کو اللہ تعالیٰ نے اس نوع کے علوم و معارف سے خاص طور پر نوازا ہے۔ انہوں نے ان احادیث سے یہی سمجھا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا

* عالم کو بردبار، حلیم الطبع اور صاحب وقار ہونا چاہیے۔ جو بات معلوم نہ ہو اس سے لاعلمی کے اظہار میں شرم نہ کرے اور خود باعمل ہو کیونکہ بلا عمل کے دوسروں پر خاطر خواہ اثر نہیں پڑ سکتا۔
* طالب دنیا سمندر کا پانی پینے والے کے مثل ہے کہ جس قدر پیتا ہے زیادہ پیاس لگتی ہے۔
* وہ دوست جو تمہاری اچھی حالت کا صرف دوست ہو اور آڑے وقت کام نہ آئے اس سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ سب سے بڑا دشمن ہے۔
* نیک نصیحت کے ماننے کی طرف طبیعت کا مائل نہ ہونا اور اپنی باتوں کی تردید سے رنجیدہ ہونا کبر ہے۔
* عابد کو کھانا کھلانا عبادت میں مدد کرنا ہے اور فاسق کو کھانا کھلانا فسق میں مدد کرنا ہے۔
* ظالم کے مرنے سے ملول ہونا ظلم میں شامل ہونا ہے۔
* غریب مہمان آ جائے تو قرض لے کر بھی تکلف کر۔
* وہ دعوت سب سے بدتر ہے جس میں امیر بلائے جائیں اور غریب نہ بلائے جائیں۔
* بدعتی، ظالم، فاسق اور متکبر کی دعوت قبول مت کر۔
* فقیر کو صدقہ دے کر احسان نہ جتلا بلکہ اس کے قبول کر لینے کا خود احسان مند ہو۔





بکم جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ
۱۴ر جولائی ۱۹۷۲ء

جلد ۱۸ شمارہ ۸



رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبیداللہ انور
مدیر
مجاہد الحسینی

باب الاسلام

سندھ میں قتل و غارت کا طوفان

بربریت، وحشت اور درندگی کا ننگا ناچ

برصغیر پاک و ہند میں باب الاسلام کی حیثیت رکھنے والے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سب سے مالدار اور آسودہ خاطر صوبہ سندھ میں زبان کے مسئلہ پر قتل و غارت کا جو بازار گرم اور وحشت و سفاکی کا جو بھیانک کھیل جاری ہے اس کی وجہ سے بہت سے مسلمان اپنے مسلم بھائیوں ہی کے ہاتھوں موت کی آغوش میں جا چکے ہیں اور سینکڑوں زخموں سے چور زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ بڑے بڑے تجارتی مرکز، دوکانیں، مارکیٹیں، دو منزلہ بسیں، کاریں، سکوٹر اور رہائشی مکانات نذر آتش کر کے راکھ کا ڈھیر بنائے جا رہے ہیں اور خون خرابے کے عفریت نے کراچی، حیدرآباد، لطیف آباد، ٹنڈو الہ یار، سکھر اور دوسرے بڑے بڑے شہروں کو اپنی وحشت و درندگی کی لپیٹ میں لے لیا ہے اور نوبت بایں جا رسید کہ انتہا پسند مسلح افراد بعض بڑے شہروں میں خونی رقص کر رہے ہیں۔ اور صوبہ سندھ میں سنسر شپ عاید ہونے کے باوجود جو اخباری اطلاعات موصول ہوتی ہیں ان کے مطابق یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہاں انسانیت دم توڑ چکی ہے وحوش و بہائم اور درندگی کا ہر طرف دور دورہ ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بنگلہ دیش قائم ہونے کے بعد یہ سب کچھ پاکستان کے اس حصے میں ہو رہا ہے جو ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد عیار دشمن کی دست بُرد سے بچ گیا ہے اور یہ واقعات ایسے وقت معرض وجود میں آ رہے ہیں۔ جب صدر مملکت اپنے ہزاروں مسلمان جنگی قیدیوں کی رہائی اور ملک کو درپیش شدید ترین بحران سے نکالنے کی کوششوں میں مصروف ہیں +

ایسے نازک اور ناگفتنی حالات میں آخر کیا ضرورت پیش آئی تھی اور وہ کونسی مجبوری تھی جس کی بنا پر دیگر اہم قومی اور ملکی مفادات کے مسائل کو نظر انداز کر کے اپنی تمام تر توجہ سندھی کو سرکاری زبان قرار دینے کا کھڑاگ رچانا پڑا +

ہم ان لوگوں میں سے نہیں جو علاقائی اور مادری زبان کے فروغ اور ان کی توسیع و ترقی کے مخالف ہیں ہم تو صوبائی سطح سے ہٹ کر ضلعی سطح کی زبانوں کے بھی فروغ اور توسیع و ترقی کے زبردست حامی ہیں کیونکہ اختلاف رنگ و زبان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قبائل اور گروہوں کے تعارف کا ذریعہ قرار دیا ہے +

سندھی، اردو اور دیگر زبانوں کو ضرور حکومت کی سرپرستی اور تعاون حاصل ہونا چاہیے۔ لیکن اس کے لیے تشدد، قتل و غارت گری اور خون خرابے کی راہ اختیار کر لینا آخر کہاں کی دانشمندی ہے ؟

مقام اطمینان ہے کہ صدر مملکت جناب ذوالفقار علی بھٹو نے کمال دانشمندی اور فکر و تدبر سے کام لے کر اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے سندھی اور غیر سندھی رہنماؤں پر مشتمل ایک خاص اجلاس طلب کیا ہے اور چند روز تک اس نزاعی مسئلہ کا ضرور کوئی معقول حل تلاش کر لیا جائے گا +

علاقہ سندھ میں امن و امان قائم کرنے کے لیے اگرچہ مختلف مقامات پر امن کمیٹیاں قائم کر دی گئی ہیں اور اس اقدام سے بحالی امن کی خاصی راہ ہموار ہو گی۔ لیکن اخلاقی دباؤ کے علاوہ مادی اثر و نفوذ کے لیے سرکاری حکام کو بھی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی پوری کوشش کرنی چاہیے اور ان مفاد پرست عناصر کی سرگرمیوں پر گہری نگاہ رکھنی چاہیے جو صدر بھٹو کی حکومت کو دوست اور رفیق کار بن کر یا علانیہ مخالف ہو کر ناکام کرانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں اور اس قسم کی جذبات انگیز صورت حال سے فائدہ اٹھا کر اسلامی جمہوریہ پاکستان کو نیست و نابود کرنے کا مذموم خواب دیکھ رہے ہیں۔

کاش! سندھ کے گورنر اور وزیر اعلیٰ نے حالات کا رخ معلوم کرنے کی کوشش کی ہوتی اور اس چنگاری کی فتنہ خیزی کا اندازہ لگایا ہوتا جو اندر اندر سلگ رہی تھی۔ اور اب وہ شعلہ جوالا بن کر سندھ کے خرمن امن کو بھسم کر رہی ہے +

کاش! سندھ کے یہ دونو رہنما سندھ اسمبلی کے حالیہ اجلاس میں زبان کا مسئلہ اٹھانے کی کوشش نہ کرتے اور اپنی پارٹی کی عددی اکثریت کے غرور میں مبتلا ہو کر ایسے اشتعال انگیز بیانات سے اجتناب کرتے جو زبان کے مسئلہ پر عصبیت پیدا کرنے کا موجب بنے آخر ان حضرات نے اپنے علاقہ کی اردو بولنے والی معقول آبادی کو کس طرح نظر انداز کر دیا ؟ اور انھوں نے یہ پہلو کیوں نظر انداز کر دیا کہ پیپلز پارٹی کی مؤثر حزب اختلاف جس کی قیادت جماعت اسلامی کے ہاتھ میں ہے صوبہ سندھ ہی میں موجود ہے اور وہ پروپیگنڈے کے ذریعے رائی کو پہاڑ ثابت کرنے میں ید طولیٰ رکھتی ہے۔

غیر سندھی افسروں کا تبادلہ

ایک خبر کا تبصرہ ملاحظہ فرمایئے !

معاصر نوائے وقت مورخہ ۱۲ر جولائی ۱۹۷۲ء اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ وزیر اعلیٰ سندھ نے ایک ہفتہ قبل سکھر کے غیر سندھی ایس پی اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا تبادلہ کر کے ان کی جگہ سندھی دیا تی صفحہ ۱۶ پر

۲۱ جولائی ۱۹۷۲ء



کے بعد

زندگی کا ہر لمحہ دین کے سانچے میں ڈھل کر یادِ الٰہی میں گزرنا چاہیے

آخرت کا خوف دامنگیر رہے تو ہمارے سب اعمال ٹھیک ہو جائیں گے

جانشینِ شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم کا خطاب —— مرتب: رشید لودھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ٥ (سورہ الرعد آیت ۲۸)

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے تسکین ہوتی ہے۔ خبردار! اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی تشریح و تفسیر میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں، "ایمان والوں کو اس قرآن حکیم سے اطمینانِ قلب نصیب ہو جاتا ہے۔"

رب کریم کا ہزارہا شکر ہے کہ ہمیں فرض عبادات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نفلی عبادات بھی بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ فرض عبادات کی انجام دہی کے علاوہ زائد اور نوافل عبادات میں جو شخص جتنی کثرتِ دوام، توجہ اور دلچسپی اختیار کرے گا۔ اتنا ہی اسے روحانی ارتقاء اور بارگاہ الٰہی میں مقبولیت و تقرب حاصل ہوگا۔ انسان کی زندگی کا ہر لمحہ دین کے سانچے میں ڈھل کر یادِ الٰہی میں صرف ہونا چاہیے بحیثیت مسلمان انسان پر اللہ کی طرف سے جو فرائض عائد ہوتے ہیں ان میں جو کمی رہ گئی ہوگی آخرت میں اللہ رب العزت اس شخص کے نوافل سے وہ کمی پوری فرما دیں گے۔ رمضان المبارک کے فرض روزوں میں کمی اور خلاء نفل روزوں سے اگر اس شخص نے رکھے ہوں گے تو پورا کر لیا جائے گا اسی طرح فرض نمازوں میں جو کمی رہ گئی ہوگی وہ نوافل سے پوری کی جائے گی۔ جیسے عمل میں کمی ہوگی ویسے ہی عمل سے اسے پورا کیا جائے گا۔

حضرت شیخ التفسیرؒ کا ارشاد

اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر مخمل کے بچھونے میں پیوند لگانا ہو تو مخمل ہی سے لگایا جائے گا ٹاٹ سے نہیں۔ ململ کی قمیض کے لیے کپڑا کم ہو تو ململ ہی سے کمی پوری کی جائے گی ٹاٹ یا ریشم سے نہیں۔

اس لیے فرض عبادات ادا کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کی تلاوت، ذکر اللہ، محتاجوں غریبوں کی امداد، بیکس و مظلوم افراد کی حمایت اور نیکی و بھلائی کی اشاعت و تبلیغ میں ہر فرد کو ہر وقت مصروف رہنا چاہیے۔ کیونکہ ہر فرد بشر اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہے ہم سے پوچھا جائے گا کہ دنیا میں کیا کمایا، کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اللہ کی عطا کی ہوئی قوتیں اور صلاحیتیں کیسی جد وجہد اور سرگرمیوں پر لگا ہیں؟ اولاد کو دین سکھایا یا اسلامی احکام سے بے خبر رکھا؟ زیردستوں اور ماتحتوں سے کیسا سلوک کیا؟ اور ان سے کیا کام لیا؟ اپنے اختیارات اور عہدہ و اقتدار سے اللہ کے دین کو کیا فائدہ پہنچایا اور کیا نقصان؟ اسی نوع کے بیشمار سوالات کا جواب ہمیں دینا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر کام انجام دیتے وقت ہمیں اللہ کا ڈر ہو کہ اگر قرآن و سنت کے بتلائے ہوئے طریق کے خلاف یہ کام ہوا تو اس پر محاسبہ ہوگا۔ بارگاہِ الٰہی میں اس کا جواب دینا پڑے گا اور ہر عمل کے نتائج بھگتنا ہوں گے۔ اللہ کے ذکر میں جتنی کثرت ہوگی اسی قدر خشیتِ الٰہی اور خوفِ آخرت و ما بعد الموت دل و دماغ میں راسخ و جاگزیں ہوتا چلا جائے گا۔

اِذَا تَقَرَّرَ الْكَلَامُ تَقَرَّرَ فِي الْقَلْبِ۔

جب کسی بات کا بار بار تذکرہ، اقرار اور تکرار ہوگا تو وہ دل میں گھر کرے گی۔ خدائے ارحم الراحمین اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:-

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ (الجمعہ آیت ۱۰)

"پس جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:- "جب نماز ختم ہو جائے، پھر جاؤ کاروبار کرو اور جو سبق ذکر الٰہی کا سن کر آئے ہو اسے نہ بھلاؤ۔"

یہاں حکم دیا گیا کہ نماز جمعہ کا فریضہ ادا کرنے کے بعد اپنے کاروبار اور معاملاتِ زندگی میں مشغول ہو کہ اللہ کی یاد سے غفلت نہ ہو۔ بلکہ کاروبار اور نظام زندگی بھی چلتا رہے اور اللہ کا ذکر بھی جاری رہے۔ ایسے ہی حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد بھی اللہ کو یاد کرتے رہنے کا حکم دیا گیا۔ جب میدانِ جنگ میں انسان دشمن کے خلاف برسرپیکار ہونے کی حالت میں موت سے کھیل رہا ہو۔ وہاں بھی ہر لمحہ اور ہر گھڑی مجاہد کی زبان خدا کی یاد اور حمد و توصیف میں زمزمہ سرا ہونی چاہیے۔ دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اللہ اللہ کی پاکیزہ صدائیں خون کے ہر قطرہ اور جسم کے ہر رگ و ریشہ پہ اثر آفریں ہوں اور دلِ مضطرب کی آخری تمنا و آرزو یہی ہو کہ ؎

منم ہمیں تمنا کہ بوقت جاں سپردن
بہ رخ تو دیدہ باشم تو درونِ دیدہ باشی

اللہ تعالےٰ عمل صالحہ انجام دینے کی توفیق عطا کرے اور شیطان اور نفس کے شر سے محفوظ رکھے۔ اصل کام یہ ہے کہ زندگی میں شریعتِ اسلامیہ اور سنتِ نبوی سے ہٹ کر کوئی قدم نہ اٹھے۔ خدا کی رضا حاصل کرنے کا یہی ایک راستہ ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی بزرگ اپنے ہزاروں مریدوں اور عقیدت مندوں کے جلو میں اگر ہواؤں کے دوش پر اڑتا ہوا یا پانی کی سطح پر چلتا ہوا بھی تمہیں کہیں نظر آئے تو پہلے اس کے عمل و کردار کو احکام الٰہی اور سنتِ نبویؐ کی کسوٹی پر پرکھو اگر اس کے مشاغل میں شریعت اسلامیہ کی پیروی نہ ہو تو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی حرام ہے۔

حضرت لاہوریؒ مزید فرمایا کرتے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں کوئی شخص حاضر ہوا اور کافی ایام ان کے ہاں قیام کے بعد کچھ پوچھے بتلائے بغیر جانے لگا تو انہوں نے دریافت کیا کہ

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

مشرقی پاکستان کی علیحدگی سے سبق حاصل نہ کرنا شکست سے بھی بڑا سانحہ ہے

۱۹۶۵ء میں شاندار فتح کے بعد ۱۹۷۱ء میں ذلت آمیز شکست خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں کی وجہ سے ہوئی،

رحمت اور نصرت الٰہی کا مستحق بننے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرنا پڑے گی

اجتماع نماز جمعہ

۷ جولائی ۱۹۷۲ء

رپورٹ عبدالرشید انصاری لائلپور

جامع مسجد شیرانوالہ میں امیر جمعیت علماء اسلام (پنجاب) حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی کی تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ۝

سورۃ الحج آیت ۴۱

وہ لوگ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت دے دیں تو نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں اور ہر کام کا انجام تو اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے۔

حاشیہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

یہ ان ہی مسلمان کا بیان ہے جن پر ظلم ہوئے اور جن کو گھروں سے نکالا گیا۔ یعنی خدا ان کی مدد کیوں نہ کرے گا جب کہ وہ ایسی قوم ہے کہ اگر ہم اسے زمین کی سلطنت دے دیں تب بھی خدا سے غافل نہ ہوں۔ بذاتِ خود بدنی و مالی نیکیوں میں لگے رہیں۔ اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر ڈالنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کو زمین کی حکومت عطا کی۔ اور جو پیشین گوئی کی گئی تھی حرف بحرف سچی ہوئی۔ "فللّٰہ الحمد علٰی ذالک"۔ اس آیت سے صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً مہاجرین اور ان میں اخص خصوص کے طور پر حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی حقانیت اور مقبولیت و منقبت ثابت ہوئی۔

اس آیت میں بھی خدائے قدوس کی جانب سے اس کے بندوں پر عائد فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بیان ہے۔ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جسے قرآن پاک نے بار بار مختلف مقامات پر مختلف زاویوں سے ذکر کیا ہے۔ اس تکرار اور بار بار تاکید سے زیر بحث فریضہ کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ آج ہمیں سوچنا ہے کہ ہم کہاں تک اس فریضہ خداوندی کو ادا کیا۔ اس میں کیا کوتاہی ہوئی۔ اور حال میں اس حکم پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو عمل ہو کیسے سکتا ہے۔ سب سے پہلے کسی مبلغ کے لئے ضروری بات ہے کہ وہ جس بات کی لوگوں کو ترغیب اور دعوت دے رہا ہے اس پر خود عمل پیرا ہو۔ تاکہ اس کام کی صداقت و افادیت کا اسے عملاً اور بالفعل یقین ہو جائے۔ اور وہ دوسروں کو راہ عمل کے تمام نشیب و فراز سے پوری طرح آگاہ کر سکے۔

کیونکہ جو شخص خود نیک ہو وہ دوسروں کو برائی سے روک سکتا ہے۔ اور نیکی و بھلائی کی دعوت دے سکتا ہے۔ لیکن جو شخص خود گناہ اور معصیت کی آلودگیوں میں غلطاں ہو۔ وہ کسی کو نہ اچھائی کی دعوت دے گا اور نہ ہی برائیوں سے روک سکے گا۔ اللہ کے دین کی تبلیغ اور اس پر عمل کرنے کا راستہ پاک راستہ ہے۔ اس راہ پر چلنے والے اور چلنے کی دعوت دینے والے بھی پاک اور نیک لوگ ہی ہو سکتے ہیں۔

دوسری بات جو مبلغین اسلام اور پیروان اسلام کو ہر وقت ذہن نشین رکھنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ "ہر کام کا انجام اور نتیجہ خدائے ذوالجلال کے قبضہ و قدرت میں ہے"۔ ارشاد باری تعالیٰ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ میں سلسلہ تبلیغ و دعوت کا یہی بنیادی ضابطہ امت مسلمہ کو بتایا گیا ہے کہ ہر داعی حق انجام کار اور نتائج عمل کی پرواہ کئے بغیر (کہ وہ کب برآمد ہوتے ہیں۔ یا برآمد ہوں گے بھی کہ نہیں) جدوجہد کرتا رہے اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دے۔ اس لئے کہ یہ اس کے اختیار اور بس کی بات نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا مکلف بھی نہیں بنایا۔

؎ فکرِ منزل کیوں ہو مجھ کو ہر قدم منزل میں ہے

خدائے وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی پر یقین و ایمان رکھنے والا ہر کلمہ گو مسلمان خدائی فوجدار اور اللہ کا سپاہی ہے۔ اسے چاہیئے کہ نیکی اور اچھائی کی اشاعت، اور بالادستی قائم کرنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھے اگر کسی گھر یا محلہ میں کوئی ایک فرد ہی نیک اور احکام الٰہی کی پابندی کرنے والا ہو تو وہ تنہا ہونے کا خوف نہ کرے۔ اہل خاندان اور اہل علاقہ و آبادی کو ایک ایک کرکے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے یہی طریقہ اپنا کر اپنی تمام قوتیں صلاحیتیں اور تمام وسائل اللہ کے دین کی اشاعت کے لئے وقف کر دیئے تھے۔ بالآخر ان حضرات کا اخلاص خدا کا خوف اللہ کے پیغمبر سے سچی محبت اور آپ کی کامل اتباع اور فرمانبرداری رنگ لائی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ظلم، جہالت، غربت، افلاس اور بت پرستی کا تاریک عرب آسمانی دین کے نور سے نہ صرف خود جگمگا اٹھا۔ بلکہ اس کی تیز شعاعوں نے چند برس میں دنیا کو روشن کر دیا آج ہمارے چاروں اطراف میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اور ہمارے پاس اللہ کا دین بھی اپنی تمام ابدی صداقتوں کے ساتھ اسی طرح موجود ہے۔ جیسے سید الانبیاءؐ اسے لائے تھے۔ بات صرف یہ ہے کہ ہم نے اسے پڑھنا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ ہم نے نیکی اور دین کے کاموں کے لئے آپس میں تعاون کرنے کی بجائے باہمی بداعتمادی۔ ایک دوسرے کی حق تلفی اپنے ہی بھائیوں پر ظلم اور دین سے لاتعلقی اختیار کر رکھی ہے۔ ماضی قریب میں جن ہولناک تباہیوں کی دسمبر ۷۱ء کا ہم شکار ہوئے وہ ہماری بداعمالیوں اور دین سے بیگانگی کا ہی نتیجہ تھیں۔ مومنین میں جو خوبیاں اور خصوصیات ہوتی ہیں کیا ہمارے اندر آج کہیں ان کی کوئی جھلک نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ؕ اُولٰٓئِکَ سَیَرْحَمُھُمُ اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝

سورۃ التوبہ آیت ۷۱

اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ نیکی کا حکم کرتے ہیں۔ اور برائی سے روکتے ہیں۔ اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ منافق اور کافر آپس میں ہم مسلک ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مومنین کی جماعت ہم مشرب ہے۔ جن کا مشرب اشاعت خیر ہے۔ اس آیت میں اشاعت خیر میں باہمی تعاون، اقامت صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ، نیز اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی چار خصوصیات کو مومنین کے امتیازی نشان کی حیثیت سے ذکر فرمایا گیا، اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی فرمایا دیا گیا ہے کہ وہ مومن مرد اور عورتیں جن میں یہ چاروں خصوصیات موجود ہوں گی وہی لوگ بخشے جائیں گے۔ اور وہی اللہ کی رحمتوں کو پا سکیں گے۔ آج ہم یہ تو چاہتے ہیں کہ ہمیں وہ رحمت و نصرت خداوندی نصیب ہو جو مومنین کا حصہ ہوا کرتی ہے لیکن مومنین جیسی قربانی پیش کرنے ان کی طرح دین پر عمل پیرا ہونے اور ان جیسی زندگی اختیار کرنے کے لیے ہم تیار نہیں ہیں۔ نتیجہ ہمیشہ محنت اور عمل پر مرتب ہوا کرتا ہے۔ ہم نے جو کچھ کیا تھا وہ ہمیں مل گیا۔ ہم نے دین کے لیے اللہ سے مانگ کر اور لاکھوں قربانیاں دے کر پاکستان بنایا تھا۔ ہم نے عہد شکنی کی۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے معاہدہ سے غداری کی اور پچیس سال تک ملک میں خدا کے دین کو نافذ نہ کیا۔ نتیجتاً ملک برباد ہو گیا۔ یہ ہمارے اپنے اور ہمارے حکمرانوں کے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ لیکن اب بھی احساس زیاں ہم میں ناپید ہے۔ باعزت اور بااصول قوموں اور ملتوں کے یہ اطوار نہیں ہوتے۔

ستمبر ۱۹۶۵ء میں شاندار فتح حاصل کرنے کے بعد فتح مند قوم کی شکست خوردہ قوم کے ہاتھوں ۱۹۷۱ء میں ذلت آمیز شکست تاریخ انسانیت کا المناک اور عبرت انگیز سانحہ ہے اور اس سے بھی زیادہ خوفناک حادثہ یہ ہے کہ ہم نے شکست کھانے اور ملک کے برباد ہو جانے سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا، نہ اپنا راستہ تبدیل کیا اور نہ ہی اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا کی۔ میرے نزدیک گذشتہ جنگ میں ہماری شکست اور پاکستان کے دو ٹکڑے ہونے کی وجہ صرف اور صرف خدا کی نافرمانی اور دین سے بغاوت ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم مشرقی پاکستان کے سات کروڑ مسلمانوں کو ہندو کا ایجنٹ اور پاکستان کا دشمن تو قرار دیتے ہیں لیکن پچیس برس تک برسر اقتدار رہنے والے طبقہ کی ان ناانصافیوں، ظلم و ستم اور استبداد و استحصال

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

ملفوظات امیرِ شریعت حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحؒ

مرتبہ: سیّد نذیر احمد بخاری (رحیم یار خان)

○ ایک مرتبہ نبوّت و رسالت کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں آیا ہے جس نے اپنی تعلیمات میں ایک جلا پیدا کرنے کے لیے اپنے دَور کے کسی انسان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہو۔ نبی و رسول براہ راست اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرتے ہیں۔ نبی کی اللہ تعالیٰ خود راہنمائی کرتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے احوال پر نگاہ ڈالیے۔ جو نبی بھی دنیا میں تشریف لاتا ہے اس کے ایک ہاتھ میں انعام الٰہی کی کڑکتی بجلیاں ہوتی ہیں۔ اور دوسرے ہاتھ میں تلوار۔ وہ کاشانۂ باطل پر برق بن کر گرتا ہے۔ اس کے جلو میں سمندروں کا شور اور طوفانوں کا زور ہوتا ہے۔ اس کی رفتار فرمانرواؤں کا دل دھڑکا دیتی ہے اور اس کی ایک للکار سے کائنات کا دل دہل جاتا ہے۔"

○ مجلس احرار کی کانفرنس میں مرزا بشیرالدین کو قادیان میں چیلنج دیتے ہوئے شاہ صاحبؒ نے للکارا۔

"وہ (مرزا بشیرالدین محمود) نبی کا بیٹا ہے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسا ہوں۔ وہ آئے اور مجھ سے عربی، فارسی، اردو، پنجابی میں ہر معاملے سے متعلق بحث کرے یہ جھگڑا آج ہی طے پا جاتا ہے۔ وہ پردے سے باہر نکلے، نقاب اٹھائے، کشتی لڑلے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے جوہر دیکھے۔ ہر رنگ میں آئے۔ وہ موٹر میں بیٹھ کر آئے میں ننگے پاؤں آؤں، وہ حریر و دیبا پہن کر آئے میں موٹا جوڑا پہن کر آؤں۔ مرغن کباب، یاقوتیاں اور اپنے آقا کی سنت کے مطابق پلومر کی ٹانک وائن پی کر آئے، میں اپنے نانا کی سنت کے مطابق جو کی روٹی کھا کر آؤں اور پھر زمانہ فیصلہ کرے کہ کون سچے نبی کی اولاد ہے۔"

○ فرمایا میں اُن سؤروں کا ریوڑ بھی چرانے کو تیار ہوں جو برٹش امپریلیزم کی کھیتی کو ویران کرنا چاہیں۔ میں کچھ نہیں چاہتا۔ ایک فقیر ہوں اپنے نانا کی سنت پر مرمٹنا چاہتا ہوں۔ اگر کچھ چاہتا ہوں تو صرف اس ملک سے انگریز کا انخلاء۔ دو ہی خواہشیں ہیں میری زندگی میں یہ ملک آزاد ہو جائے یا پھر میں تختہ دار پر لٹکا دیا جاؤں۔ میں ان علمائے حق کا پرچم لیے پھرتا ہوں جو ۱۸۵۷ء میں فرنگیوں کی تیغ بے نیام کا شکار ہوئے تھے۔ ربّ ذوالجلال کی قسم مجھے اس کی کچھ پروا نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ لوگوں نے پہلے ہی کب کسی سرفروش کے بارے میں امتیازی سے سوچا ہے وہ شروع سے تماشائی ہیں اور تماشا دیکھنے کے عادی ہیں۔ اس سرزمین میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کا سپاہی ہوں۔ شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کا متبع ہوں سیّد احمد شہیدؒ کی غیرت کا نام لیوا اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی جرأت کا پانی دیوا ہوں میں ان پانچ مقدمہائے سازش کے پابہ زنجیر صلحائے امت کے لشکر کا ایک خدمت گزار ہوں۔ جنہیں حق کی پاداش میں عمر قید اور موت کی سزائیں دی گئی ہیں۔ ہاں! ہاں! میں انہی کی نشانی ہوں، انہی کی صدائے بازگشت ہوں۔ میری رگوں میں خون نہیں آگ دوڑتی ہے۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں قاسم نانوتویؒ کا علم لے کر نکلا ہوں۔ میں نے شیخ الہندؒ کے نقش قدم پر چلنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ میں زندگی بھر اسی راہ پر چلتا رہا ہوں اور چلتا رہوں گا میرا اس کے سوا کوئی موقف نہیں میرا ایک ہی نصب العین ہے اور وہ برطانوی سامراج کی لاش کو کفنانا یا دفنانا ہے۔ ہر شخص اپنا شجرۂ نسب ساتھ رکھتا ہے میرا بھی شجرۂ نسب ہے۔ میں سر اونچا کر کے فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں اسی خاندان کا ایک فرد ہوں۔"

○ ایک مرتبہ لاہور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اے مسلمانانِ لاہور! آج جناب رسولؐ کی آبرو تمہارے شہر کے ہر دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ اے امتِ رسولؐ! آج ناموسِ محمدیؐ کی حفاظت کا سوال درپیش ہے اور سانحۂ سقوطِ بغداد سے بھی زیادہ المناک ہے۔ زوالِ بغداد سے ایک سلطنت پارہ پارہ ہو گئی تھی مگر توہینِ رسولؐ کے سانحہ سے آسمانوں کی بادشاہت متزلزل ہو رہی ہے۔

○ فرمایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آج کل کے حالات میں اسلامی نظام فِٹ نہیں بیٹھتا۔ آپ نے فرمایا ایک لائق ترین درزی نے جسم و اعضاء کے عین مطابق نہایت فِٹ قمیض بنائی لیکن بعد میں قمیض والے پر فالج گر گیا اسے تشنج نے آگھیرا۔ تناسب جاتا رہا۔ ایک ہاتھ آگے کو لمبا ہو کر اکڑ گیا۔ دوسرا پیچھے کی طرف مڑ گیا۔ ایک ٹانگ ٹیڑھی ہو گئی۔ دوسری چھوٹی ہو گئی، پیٹھ کُبڑی ہو گئی۔ اب وہ قمیض میں عیب بتاتا ہے کہ یہ فِٹ نہیں ہے۔ درزی پر بھی نکتہ چینی کرتا ہے۔ آپ ہی انصاف کریں کہ قمیض فِٹ نہیں ہے یا کہ یہ منحوس خود اَن فِٹ ہو گیا ہے۔ تمہارے منہ کا مزہ صفراوی بخار سے تلخ ہو چکا ہے تم کو میٹھی چیزیں بھی کڑوی لگتی ہیں۔ یہ دوا اور غذا کا قصور نہیں تمہارے منہ کے ذائقہ کی خرابی ہے۔ انسان کو آج اپنی فطرت کے مطابق رہنا اور چلنا چاہیے۔ اسلام سے بہتر اس کے لیے کوئی ہدایت نامہ نہیں ہو سکتا۔"

○ فرمایا۔ دنیا میں چار قیمتی چیزیں محبت کے قابل ہیں۔ مال، جان، آبرو اور ایمان۔ لیکن جب جان پر کوئی مصیبت آئے تو مال قربان کرنا چاہیے۔ اور آبرو پر کوئی آفت آئے تو مال اور جان دونوں کو اور اگر ایمان پر کوئی ابتلا آئے تو مال، جان، آبرو سب کو قربان کرنا چاہیے۔ اگر ان سب کے قربان کرنے سے ایمان محفوظ رہتا ہے تو یہ سودا سستا ہے۔

اسلام کا اقتصادی نظام

اسلام نے کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملک قرار دی ہے

معاشرے کے گرے پڑے اور مظلوم افراد کا حق ادا نہ کرنے والا جہنم رسید کیا جائے گا

داعئ فکر ولی اللّٰہی حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ کا انقلاب انگیز خطاب!

۵ر جولائی ۱۹۷۲ء کو شام ساڑھے چار بجے ریڈیو پاکستان لاہور کا نشریہ

اسلام ایک دین ہے یعنی انسان کی انفرادی و معاشرتی زندگی گزارنے کا طریقہ۔ اس کے بنیادی عملی اصول دو ہیں (۱) عبادات الٰہی اور (۲) انفاق فی سبیل اللہ۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی دو مدات ہیں (۱) مساکین کی امداد اور دین کی نشر و اشاعت اور اس کے قیام و بقا اور استحکام کے لیے سعی و جہد۔ چنانچہ قرآن حکیم کی تمام سورتوں میں خواہ وہ مدنی ہوں یا مکی، انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں ان دو مدات پر خرچ کرنے کا ذکر آیا ہے۔ یہ اسلام کے اقتصادی نظام کے بنیادی اصول ہیں۔ اور خرچ ان چیزوں کو کیا جا سکتا ہے جو ہماری ملک ہوں۔ اس لیے یہاں ملکیت کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ اسلام میں ملکیت کا بنیادی اصول تو یہ ہے کہ انسان انفرادی یا اجتماعی طور پر حقیقت میں کسی چیز کا مالک ہی نہیں ہے۔ چنانچہ اسلام کے عظیم مفکر حکیم الامت امام ولی اللہ دہلویؒ (۱۷۰۳ء تا ۱۷۶۲ء) اپنی شہرۂ آفاق تصنیف حجۃ اللہ البالغہ دوسری جلد صد ۱۰۳ طبع مصری میں فرماتے ہیں اِنَّ الْکُلَّ مَالُ اللّٰہِ لَیْسَ فِیْہِ حَقٌّ لِاَحَدٍ فِی الْحَقِیْقَۃِ یعنی زمین و آسمان اور اس کے درمیان جو کچھ بھی ہے اصل میں حق تعالیٰ کی ملکیت ہے جس میں کسی کا حقیقت میں کوئی حق نہیں ہے۔ کیونکہ انسان ان کا خالق نہیں ہے۔ اس لیے اصل ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ گو اس نے انسان کو ایک عرصے تک کے لیے اس سے انتفاع یعنی فائدہ اٹھانے اور نفع حاصل کرنے کا حق عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے۔ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ○ لیکن زمین کے متعلق خاص طور پر فرما دیا کہ وَالْاَرْضَ وَضَعَھَا لِلْاَنَامِ (الرحمٰن ع۱) اللہ تعالیٰ نے یہ زمین سب انسانوں کی نفع رسانی کے لیے بنا رکھی ہے۔ غرض اسلام میں ہر شے کا مالک اصلی اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن انسان کو اس سے فائدہ اٹھانے کا حق دیا گیا ہے وہ امین و متصرف ہے مالک و مختار نہیں ہے اس لئے وہ مالک کی مرضی اور حکم ہی سے استعمال میں لائے گا۔ اسلام کا تصور ملکیت اس شعر سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے جو ہمارے در و دیوار پر نقش ہے ؎

در حقیقت مالک ہر شے خدا است
ایں امانت چند روزہ نزد ما ست

زمین پر انسان کی ملکیت نہ ہونے ہی کی وجہ سے اس پر زکوٰۃ نہیں لگائی گئی بلکہ زکوٰۃ اس پیداوار پر لگائی گئی ہے جو انسان اس سے حاصل کرتا ہے چاہے وہ زمین زرعی و سنگی ہو یا کانی و معدنی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اس عمومی حق انتفاع کے متعلق بھی خاص طور پر اعلان کر دیا ہے۔ وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات ۱۹) یعنی مانگنے والے اور محروم القسمت دونوں کا حق ہے۔ اس لیے اگر مالدار لوگ غرباء، مساکین کی غور و پرداخت پر روپیہ پیسہ خرچ کرتے ہیں تو وہ ان پر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ مالک حقیقی نے ان کے مال و ملکیت میں ان کا حق شامل کر دیا ہے۔

اب یہ سمجھنا آسان ہے کہ اہل حوائج اور مساکین کا حق ہے کہ بیت المال ان کی تمام ضرورتیں پوری کرے جو لوگ اس سے گریز کرتے ہیں۔ قرآن حکیم انہیں سخت تنبیہ کرتا ہے۔ اسی قسم کی تنبیہات مکی زندگی ہی میں شروع ہو گئی تھیں۔ چنانچہ ابتدائی مکی سورت "الھمزۃ" میں آتا ہے کہ مال جمع کرنے والا سمجھتا ہے کہ وہ مال اس کی تمام ضرورتیں پوری کرے گا یا ہمیشہ اس کا ساتھ دے گا لیکن اس کا یہ خیال قطعاً غلط ہے اگر وہ معاشرے کے گرے پڑے لوگوں کا حق ادا نہیں کرتا تو وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

انسان کو اپنی چند روزہ زندگی میں اشیاء سے صرف فائدہ اٹھانے کا حق دیا گیا ہے۔

اسلام کے بنیادی عملی اصولوں میں سے عبادات الٰہی یا نماز اہم ترین فرض ہے لیکن ابتدائی مکی سورت "الماعون" میں ان نمازیوں کو جو معاشرہ کے کمزور انسانوں کی دستگیری نہیں کرتے نہایت شدید الفاظ میں تہدید کی گئی ہے چنانچہ قرآن عزیز کہتا ہے کہ جو لوگ یتامیٰ اور مساکین کو دھتکارتے ہیں وہ دین کے منکر ہیں۔ اگلی آیت میں ایسے نام نہاد نمازیوں پر جو غریب مسکین، پڑوسی ہمسایوں کو عام روزمرہ کے استعمال کی چیز دے ڈالنا تو کجا انہیں اس قسم کی چھوٹی موٹی چیزیں استعمال کے لیے ادھار بھی نہیں دیتے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لوگ حقیقتاً نماز یا صلوٰۃ کے اصل مقصد سے بے خبر ہیں، نماز کیا ہے؟ اللہ رب العزت کے ساتھ تعلق خاطر پیدا کرنا۔ اس کے حصول کے لیے اس کی مخلوق کی خدمت کرنا لازم ہے کیونکہ یہ مخلوق دراصل خدا کا کنبہ ہے۔ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ۔

ان تصریحات کے بعد یہ سمجھنا چنداں مشکل نہیں کہ اسلام میں کھیتی باڑی، زراعت و کاشتکاری کی زمین کی پوزیشن کیا ہے۔ وہ بقول امام ولی اللہؒ بِمَنْزِلَۃِ مَسْجِدٍ اَوْ رِبَاطٍ جُعِلَ وَقْفًا عَلٰی اَبْنَاءِ السَّبِیْلِ وَھُمْ شُرَکَاءُ فِیْہِ۔ یعنی مسجد یا سرائے کی مانند ہے۔ جو ہر شخص کے لیے وقف ہیں اور جن میں سب انسان برابر شریک ہیں۔ اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہؒ نے زمین کی ملکیت کی تعریف یہ کی ہے مَعْنَی الْمِلْکِ فِیْ حَقِّ الْاٰدَمِیِّ کَوْنُہٗ اَحَقَّ بِالْاِنْتِفَاعِ مِنْ غَیْرِہٖ۔ (حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ صد ۱۰۳) یعنی انسان کو زمین سے صرف حق انتفاع حاصل ہے۔ جب انسان کو حق ملکیت حاصل ہی نہیں تو سٹیٹ کاشتکاروں اور مزارعوں کو حق ملکیت کہاں سے دے سکتی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جس طرح چاہے تصرف کریں۔ سٹیٹ صرف زمین کی امین ہے اور حق امانت ہی دے سکتی ہے۔ اس لحاظ سے قرآن حکیم کا اقتصادی اور معاشرتی نظام سوشلزم اور کمیونزم سے بہت آگے ہے۔ نقاش پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ شاہ ولی اللہ کے اس فکر کی تائید میں فرماتے ہیں ؎

رزقِ خود را از زمین بردن رواست
ایں متاعِ بندہ و ملکِ خداست
بندۂ مومن امیں، حق مالک است
غیرِ حق ہر شے کہ بینی ہالک است

امام ولی اللہ دہلویؒ کانوں وغیرہ سے استفادے کو تعاونی نظام یعنی کوآپریٹو سسٹم پر استعمال کرنے کے حق میں ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ جو معاہدے یک طرفہ ہوں یا جن میں کمزور پارٹی کی رضامندی مجبوری پر مبنی ہو اور ان میں تعاون نہ پایا جائے وہ اِنَّمَا ھُوَ بَاطِلٌ وَسُحْتٌ بِاَصْلِ الْحِکْمَۃِ

مفلوک الحال اور محتاج لوگوں کی امداد کرکے مالدار کوئی احسان نہیں کرتے۔ یہ ان کا فریضہ ہے۔

اَلتَّمَدُّنُ بِیَتِہٖ (حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ ص۱۰۱) یعنی اس قسم کے جبری معاہدے شہریت کے اصولوں کے خلاف ہیں، اس لیے باطل ہیں۔ یہاں سے مل مالکوں، کارخانہ داروں، محنت کشوں اور مزدوروں کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ انڈسٹری کو صحیح عادلانہ اسلامی اصولوں پر چلانے کے لیے تعاونی نظام سے کام لینا چاہیے +

اقتصادی نظام کے سلسلے میں مکی سورت المزمل میں تنظیم معاشرہ کے یہ اصول بتائے گئے ہیں۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا۔ یعنی (۱) نماز پڑھنا (۲) زکوٰۃ ادا کرنا اور (۳) اللہ تعالےٰ کو یعنی اس کے قائم مقام خلیفہ یا سٹیٹ کو بلا سود قرض دینا۔ یہ تینوں اصول کسی معاشرے کو اقتصادی لحاظ سے ترقی کی راہ پر ڈالنے کے لیے ناگزیر ہیں۔ قرآن حکیم معاشرے کے لوازمات پورے کرنے کے لیے اسے قرض دینا بھی زکوٰۃ کے بعد ضروری قرار دیتا ہے۔ ان تعمیری کاموں سے کما کر حکومت مناسب سمجھے تو قرضہ دینے والوں کو کچھ نفع دے سکتی ہے۔

دولت و سرمایہ کے متعلق قرآن کریم نے یہ اصول بالکل صاف الفاظ میں بیان فرما دیا ہے کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ (الحشر) تمہارا مال تمہارے اغنیاء کے طبقے ہی میں نہ گھومتا رہے۔ گویا دولت کی تقسیم یا ایسا انتظام کرنا لازمی ہے کہ وہ مساکین کے ہی ہی میں رہنے کی بجائے سارے معاشرے میں چکر لگائے۔ اس کے لیے وہ تمام اقتصادی اور معاشرتی اصول استعمال کرنے ضروری ہیں جو ہمارے قومی تقاضوں کے مطابق ہوں مثلاً زراعت اور صنعت کو وسیع بنیادوں پر کوآپریٹو سسٹم کے مطابق چلایا جائے تاکہ معاشرے کے زیادہ سے زیادہ افراد اس میں حصہ لے سکیں اور دولت چند ہاتھوں ہی میں نہ چلی جائے +

یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہمیں اپنا پیشہ وارانہ نظام بھی صحیح کرنا چاہیے۔ امام ولی اللہؒ معاشرے کی ترقی کے لیے یہ ضروری قرار دیتے ہیں کہ معاشرے میں پیشوں پر بھی کنٹرول کیا جائے۔ ہر ایک پیشے میں اتنے ہی کاریگر ہوں جتنے معاشرے کے لیے ضروری ہوں اور ایک دوسرے کے لیے تنگی کا باعث بھی نہ بنیں۔ نیز اخلاق عامہ کو برباد کرنے والے پیشے ممنوع ہونے چاہئیں۔ اس غرض کے لیے ہمیں اپنا نظام تعلیم اور نظام سیاسیات بھی بدلنا ہوگا۔ تاکہ علم و ہنر اور فنی تعلیم زیادہ سے زیادہ عام ہو سکے اور اس لیے بھی کہ سیاسی نظام چند ہاتھوں میں رہنے کی جگہ شوراوی بنایا جا سکے۔ اس موقعہ پر اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دینا مناسب ہوگا کہ "شوریٰ" قرآنی لفظ ہے اور جمہور اور جمہوریت کا تصور قرآن حکیم میں نہیں دیا گیا۔ اس لیے سخت ضروری ہے کہ اقتصادی و اجتماعی نظام کی سیاسی بنیاد شوراویت پر قائم کی جائے ——

شوراویت کی کامیابی کے لیے تعلیم عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اور ایک صالح مسلم معاشرہ کی تعلیمی اساس قرآن عظیم اور قرن اول کی تاریخ کے سوا دوسری نہیں ہو سکتی۔ تاکہ کل افراد ملت قرآنی انقلابی حکمت کو سمجھ کر اقتصادی نظام چلا سکیں۔ اس صورت میں مالداروں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان سے قرآنی نظام کیا مطالبہ کرتا ہے اور محنت کشوں کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ خالق ارض و سما نے انہیں ذہنی دماغی کاوش اور محنت کے لیے کیسے عمدہ اعضا و قویٰ کتنا حوصلہ و کس بل اور ولولہ ودیعت کیا ہے۔ نیز یہ کہ انہیں سوسائٹی کی اقتصادی اور معاشرتی خدمت کے لیے کس طرح استعمال کرنا چاہیے۔ اور ان کا معاشرے کی دولت پر کتنا حق ہے۔ اور وہ حق کس طرح حاصل کرنا چاہیے +

غرض اسلام کی کتاب حکمت یعنی قرآن کریم میں سے اقتصادی اصولوں کے متعلق یہ چند کلمات اختصار کے ساتھ بیان کر دیے گئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس سلسلے میں ماہرین اقتصادیات و سیاسیات قرآنی حکمت کا نہایت گہرا مطالعہ کریں اور اقتصادیات کو زندگی کا الگ تھلگ شعبہ قرار دے کر نہ بیٹھ جائیں بلکہ انسان کو ایک مکمل وجود اور انسانی معاشرے کو اس وجود کا پھیلاؤ سمجھ کر قرآن عزیز کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ اس کتاب ہدایت نے انسانی سوسائٹی کو اس عظمت و اوجِ کمال کے آسمانِ ہفتم تک پہنچانے کے لیے کس قدر انسانیت گیر اٹل ازلی و ابدی اصول و ضوابط مرحمت فرمائے ہیں۔

بقیہ: شیطان دشمن انسان

کئی حیثیت سے عزت اور بڑائی دیکر اپنی بہت بڑی مخلوق پر فضیلت دی ہے خداوند کریم تو انسان پر اتنا مہربان ہے لیکن یہ ناشکرگزار اور بے صبرا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

حاصل کلام یہ تو اپنی حیثیت ہی کو بھول گیا۔ فرعون بنا پھرتا ہے۔ خدا کا منکر ہو گیا ہے۔ بعث بعد موت کا انکاری ہے۔ وہ اپنی اصل کو یاد نہیں رکھتا کہ وہ ایک ناچیز قطرہ تھا۔ خدا نے کیا سے کیا بنا دیا ہے اس پانی کی بوند کو وہ زور اور قوت گویائی دی کہ بات بات پر جھگڑنے اور باتیں بنانے لگا۔ حتیٰ کہ آج اپنی حد سے بڑھ کر خالق کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا۔ اپنی اصل پر نظر کر کے کچھ شرماتا۔ زمانہ حاضرہ میں آئے دن اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ خون ناحق۔ قتل و غارت۔ لوٹ کھسوٹ، گھیراؤ جلاؤ، دن دہاڑے ڈکیتی، ٹرینوں۔ ٹیکسیوں اور رکشاؤں، بسوں میں یہ واقعات ہوتے رہتے ہیں اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم مرنا بھول گئے ہیں۔ حساب کتاب سے بے فکر ہیں۔ حقوق العباد کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ قرآن اور سنت سے علانیہ انحراف ہے۔ رشوت، چور بازاری۔ بددیانتی۔ امانت میں خیانت۔ ناانصافی ذخیرہ اندوزی کا بازار گرم ہے۔ سینما اور ٹیلی ویژن، کلبوں میں جوا بازی۔ شراب نوشی۔ موسیقی اور ناچ رنگ کا دلدادہ ہو گیا ہے۔ الغرض شیطان نے اس پر غلبہ پا لیا ہے۔ اے انسان! اب بھی باز آ جا۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ اپنے معاشرہ اور اخلاق کو درست کر۔ صحیح معنوں میں مسلمان ہو جا۔ ارکان اسلام کا پابند ہو جا۔ شکل و صورت و سیرت سے ناموسِ پیغمبرؐ آخر الزمان کی لاج رکھ۔ تجھے کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔

آپ کی دینی اور قومی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی

شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم

لاہور کی جب کبھی تاریخ لکھی جائے گی تو جہاں اس کے بہت سے ایسے کارناموں کا ذکر ہوگا جنہوں نے نہ صرف اس شہر کی بلکہ پورے برصغیر کی قسمت بدل دی تھی وہاں آئندہ کا مؤرخ ایک ایسے بزرگ کے ذکر سے کبھی پہلوتہی نہیں کر سکے گا جس نے اس شہر کے مسلمانوں کی زندگی میں ایک لازوال اثر چھوڑا ہے۔ یہ بزرگ بیک وقت عالم دین تھے، معلم تھے، صوفی تھے، مصلح تھے اور اس کے ساتھ ساتھ قوم و ملت کی ہر لکار جو جابر حکومتوں کے خلاف تھی۔ اس میں لبیک کہنے والوں میں پیش پیش تھے انھوں نے خاندانی زندگی سے لے کر ملکی و قومی زندگی تک اپنے دیرپا اثرات چھوڑے اور ان کے فیض صحبت سے لاکھوں خاندان بنے۔ ان سے انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان بھی متاثر ہوتے سندھ کے دور دراز دیہات میں رہنے والے عوام بھی ان کے حلقہ بگوش بنے اور انھوں نے قرآن شریف کی نشر و اشاعت میں اپنی ساری زندگی صرف کر دی۔ نہایت سادہ زبان اور سیدھے سادھے انداز میں ان کی قائم کردہ انجمن خدام الدین سے جو پمفلٹ نکلے۔ معلوم نہیں وہ کہاں کہاں پہنچے اور ان سے کتنا فیض پھیلا +

ایک زمانہ میں لاہور شہر کی پرانی آبادی کے ارد گرد کی ساری زمینیں مسلمانوں کی ملکیت تھیں۔ پھر کاری گر اور دستکار طبقہ بھی زیادہ تر مسلمان تھا، گویا اس دور میں لاہور کے مسلمان مجموعی طور سے صاحب جائیداد بھی تھے اور بارونق کاروخوشحال بھی۔ لیکن برطانوی اقتدار کے بعد جب نئی قسم کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ غیر مسلم طبقوں نے اس میں سبقت کی۔ اس کے ساتھ ساتھ سماجی احوال و ظروف بھی بدلے اور ایک نیا معاشی نظام جنم لینے لگا۔ تو مسلمانوں کے قدم زندگی کی دوڑ میں غیر مسلموں کے مقابلے میں سست پڑنے لگے چنانچہ جیسے جیسے غیر مسلم آگے بڑھتے گئے مسلمان پیچھے ہوتے گئے +

اس پر مستزاد یہ کہ اس زمانے میں مسلمانوں میں بعض خرابیاں بھی زور پکڑ گئیں۔ انفرادی بے راہ رویوں اور بداخلاقیوں کے علاوہ ان میں اجتماعی طور پہ بے شمار مسرفانہ رسمیں عام ہو گئی تھیں۔ اس میں بعض تو برادری میں اپنی شان قائم رکھنے کے لیے اور بعض مذہبی اثرات کے تحت کی جاتی تھیں جن کا نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان زمینیں اور مکان بیچ کر اور رہن وگروی رکھ کر یہ رسمیں سرانجام دیتے تھے اور اس طرح اس کا صاحب جائیداد اور کاری گر طبقہ قلاش ہوتا جا رہا تھا۔ شادی بیاہ کے معاملات میں برادری میں ناک نہ کٹے اور میت کی روٹی، فاتحہ اور اس سے متعلقہ دوسری رسموں میں مروجہ مذہب کی روایات کی خلاف ورزی نہ ہو۔ یہ بات اتنی اہم سمجھی جاتی تھی کہ مسلمان اپنی آخری پونجی تک ان مسرفانہ رسوم میں خرچ کرنے سے گریز نہ کرتے۔ اور جن کے پاس کچھ نہ ہوتا وہ زیادہ سے زیادہ شرح سود پر قرض لینے پر مجبور ہو جاتے +

کم و بیش اسلامی لاہور کا یہ مذہبی، سماجی، معاشی اور ذہنی پس منظر تھا جب غالباً پہلی جنگ عظیم کے دوران مولانا احمد علی مرحوم کو خود ان کے الفاظ میں دہلی سے ہتھکڑی لگا کر لاہور لایا گیا اور یوں انھیں یہ موقع ملا کہ وہ شیرانوالہ دروازہ کے باہر جہاں دن کو گیدڑ جوتیاں اٹھا کر لے جاتے تھے۔ قرآن پاک کا درس شروع کریں۔ قرآن مجید کا درس ہر عالم دین دیتا ہے لیکن مولانا مرحوم کے درس قرآن کریم کے عملی مضمرات کچھ اور تھے۔ چنانچہ اس کی

پروفیسر
محمد سرور

وجہ سے جہاں ایک طرف انگریز انھیں اپنا دشمن سمجھتا رہا۔ وہاں دوسری طرف ابتداء میں ان عوام نے بھی آپ کی مخالفت کی۔ جو بے سمجھی سے مسرفانہ رسوم کو جزو مذہب مانتے تھے۔ مولانا مرحوم نے اپنے شروع کے زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا۔

"اب تو محلے والے ٹھیک ہو گئے ہیں۔ لیکن ابتدا میں انھوں نے مجھے بڑا ستایا ایک دفعہ تنگ آ کر میں نے ان سے کہا کہ قرآن مجید ہاتھ میں لے لیتا ہوں۔ تم مجھے دھکے دے کر مسجد سے نکال دو۔ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ یہ جرأت ان کو نہ ہوئی۔"

حضرت مولانا احمد علیؒ کا ۱۳۸۱ھ میں انتقال ہوا گویا چوالیس پینتالیس سال تک لاہور اور خاص طور سے شیرانوالہ دروازہ ان کی جملہ سرگرمیوں کا مرکز رہا جن کے عملی نتائج آج سب لوگوں کے سامنے ہیں۔

مولانا کے درسِ قرآن کی برکت سے لاہور اور لاہور سے باہر بھی انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کا ایک اچھا خاصا طبقہ موجود ہے جو اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب پہ فائز ہونے کے ساتھ ساتھ دین سے پورا شغف رکھتا ہے پوری طرح راسخ العقیدہ ہے اور اپنے اپنے دائرہ میں حسب حیثیت دینی و ملی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

مسرفانہ رسوم کی اصلاح کے سلسلہ میں مولانا مرحوم کو جو کامیابی ہوئی۔ راقم الحروف اس سے ایک حد تک خود شخصی طور سے واقف ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا مرحوم کے درس قرآن جمعہ کے خطبوں اور وعظ و تلقین نے ہزاروں خاندانوں کو معاشی تباہی سے بچا لیا اور ان میں سے بہت سے ایسے خوش نصیب بھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بہت نوازا اور انہوں نے بھی مولانا کے اصلاحی کاموں میں دل کھول کر مدد کی۔ بس ان کا ارشاد ہوتا اور ہزاروں روپیہ ان کے قدموں میں پہنچ جاتا۔

مولانا احمد علیؒ مرحوم کا شمار برعظیم کی ان دینی شخصیتوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی زندگی قوم کی فلاح و بہبود اور دین حنیف کے لیے وقف کر دی تھی آپ ۲ر رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ کو ضلع گوجرانوالہ کے قصبہ جلال پور میں پیدا ہوئے اور ۷۷ برس کی عمر پا کر ۱۷ر رمضان المبارک کو لاہور میں وفات پائی وہ ایک بلند پایہ عالم دین ہی نہ تھے بلکہ شعلہ بیان خطیب بلکہ سرپا اور وقت عوام کے رہنما بھی تھے۔

مولانا فرماتے ہیں!

"ایک دفعہ میں شام کے وقت لیٹا ہوا تھا کہ دو شخص آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا آ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ ہمیں بھی کوئی دین کی خدمت کا کام بتائیے۔ میں نے کہا قرآن مجید چھپوانا ہے میرے حساب کے مطابق پینتالیس ہزار روپیہ لگتا ہے...... ابھی آٹھ دن بھی نہیں گذرے تھے کہ پچاس ہزار روپیہ دونوں کی طرف سے آگیا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نہ انھیں جانتا تھا اور نہ ہی پہچانتا تھا نہ معلوم کون تھے۔"

ان دینی اصلاحی، تبلیغی اور علمی کاموں کے ساتھ ساتھ مولانا مرحوم ہر اسلامی عوامی تحریک میں پیش پیش رہے چنانچہ اس طویل مدت میں اہل لاہور نے کبھی یہ نہ دیکھا کہ وہ ان کے کسی عوامی مطالبے میں ان کے بجائے حکومت وقت کے ساتھ ہوں۔ اس لیے آپ کو کئی بار جیل جانا پڑا اور وہ بڑی خوشی سے جیل گئے

غرض مولانا کی ذات گرامی اور ان کا شیرانوالہ دروازہ اصلاحی، علمی اور تبلیغی مرکز ایک اخلاقی پاور ہاؤس تھا جس کی "کرنٹ" ان تمام سالوں میں دور دور تک پہنچتی رہی اور اس سے ان دیار کے عوام و خواص کے ایک بڑے حصے کو نئی زندگی ملی۔

ارشاداتِ شیخ التفسیرؒ

* بیماری انسان کے لیے تنبیہ ہے۔
* نیک کمائی سے نیک صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ جس کی غذا گندی اس کے ضمیر کی آواز بھی گندگی سے آلودہ ہوگی۔
* جو شخص کسی کو فریب نہیں دیتا وہ ہر کسی کے نزدیک عزت حاصل کر لیتا ہے۔
* بد کبھی عزت حاصل نہیں کر سکتے اور نیک کبھی رسوا نہیں ہو سکتے۔
* شیخ کی طرف اپنے آپ کو منسوب تو سب کرتے ہیں۔ مگر پختہ وہی ہوتا ہے جو صحبت میں مدت مدید پانے کے بعد پک کر نکلے۔
* عقیدت ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے ان میں سے اگر ایک تار بھی ٹوٹ جائے تو کنکشن ٹوٹ جاتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی معاشی اصلاحات

زمانہ قبل خلافت ◎ زمانہ خلافت ◎ مالی اور انتظامی اصلاحات

فیض رسول فیض

ابو حفص عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ عبدالعزیز مروان بن حکم کے بیٹے تھے ان کی والدہ حضرت فاروق اعظمؓ کی پوتی تھیں۔ اس طرح آپ عاصم بن عمر فاروق کے نواسے تھے۔ آپ ۶۲ھ میں پیدا ہوئے جب آپ کے والد عبدالعزیز بن مروان مصر کے والی تھے۔

زمانۂ قبل خلافت

بچپن میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ان کے باپ نے مدینہ منورہ میں بھیج دیا تھا وہیں ان کی تربیت ہوئی۔ فقہائے مدینہ کی صحبت میں ان کی عمر کا ابتدائی حصّہ گزرا۔ علمائے مدینہ کے سامنے انہوں نے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور علوم دینیہ حاصل کیے۔ یہ اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ علم و فضل اور تفقّہ فی الدّین میں ان کا وہ مرتبہ تھا کہ اگر وہ خلیفہ نہ ہوتے تو ائمہ دین میں ان کا شمار ہوتا حضرت فاروق اعظمؓ کی آپ کے متعلق پیشین گوئی تھی کہ میری اولاد سے ایک شخص ہو گا جس کے چہرے پر ایک داغ ہو گا وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ بچپن میں آپ کو گھوڑے نے لات ماری تھی۔ آپ کے چہرے پر داغ آ گیا تھا۔ ابن سعد کا قول ہے کہ فاروق اعظمؓ کہا کرتے تھے کہ کاش میں اپنے داغ والے بیٹے کا زمانہ پاتا جو دنیا کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جبکہ وہ اس وقت ظلم سے بھری ہوئی ہو گی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہونے سے پیشتر نہایت پُر تکلف اور قیمتی لباس پہنا کرتے تھے۔ ولید کے زمانۂ خلافت میں جب آپ کو مدینہ کا حاکم بنایا گیا تو صرف آپ کا ذاتی سامان کئی اونٹوں پر گیا تھا لیکن خلیفہ ہونے کے بعد نہایت ہی زاہدانہ اور درویشانہ طرزِ زیست اختیار کر لیا تھا۔

امارت مدینہ کے زمانہ میں آپ نے فقہائے مدینہ کی ایک مجلسِ شوریٰ قائم کی تھی جن کے مشوروں سے تمام امور سرانجام پاتے تھے۔ آپ ۸۶ھ سے ۹۳ھ تک ولائت مدینہ پر فائز رہے اس دوران میں کئی مرتبہ آپ نے امیرِ حج کی حیثیت سے حج ادا کیا۔

جب سلیمان بن عبدالملک خلیفہ مقرر ہوا تو کچھ عرصہ بعد اس نے آپ کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا۔ جس کی وجہ سے سلیمان کی خلافت کے آخری دَور میں رعایا کی فلاح و بہبودی اور اصلاحات کا پروگرام شروع ہو چکا تھا۔ سلیمان نے مرتے وقت وصیت نامے میں آپ کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ سلیمان کے انتقال کے بعد جب ایک بہت بڑے مجمع میں سلیمان کے سربمہر وصیت نامے کو کھول کر پڑھا گیا تو اس میں لکھا تھا:۔

"یہ تحریر بندۂ خدا امیرالمومنین سلیمان بن عبدالملک کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز کے نام ہے۔ مَیں نے اپنے بعد تم کو اور تمہارے بعد یزید بن عبدالملک کو خلافت کا ولی عہد مقرر کیا پس لوگوں کو چاہیے کہ وہ سنیں اور اطاعت کریں، خدا سے ڈریں اور آپس میں اختلاف نہ کریں تاکہ دوسروں کو تمہارے مغلوب کرنے کی طمع نہ ہو۔"

جب رجاء بن حیوٰۃ نے سلیمان کا یہ وصیت نامہ پڑھ کر سنایا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز خلافت کے لیے اپنا نام سن کر انّا للہ و انّا الیہ راجعون پڑھ رہے تھے۔ ہشام بن عبدالملک نے بیعت کرنے سے کچھ پس و پیش کیا لیکن بعد میں اسے خاموش ہونا پڑا اور بیعت کرنی پڑی۔

زمانۂ خلافت

بیعت خلافت کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:۔

"حمد و ثنا کے بعد لوگو! قرآن حکیم کے بعد اس جیسی کوئی کتاب نہیں۔ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مَیں کسی چیز کو شروع کرنے والا نہیں بلکہ پورا کرنے والا ہوں۔ مَیں مبتدع نہیں متبع ہوں۔ مَیں کسی حال میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ البتہ میرا بوجھ بہت زیادہ ہے۔ جو شخص ظالم بادشاہ سے بھاگ جائے وہ ظالم نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو کہ احکام الٰہی کے خلاف کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔"

جب آپ سلیمان کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے شاہی سواری پیش کی تو آپ نے فرمایا۔ یہ سب بیت المال اور مسلمانوں کی ملک ہیں انہیں بیت المال میں لے جاؤ۔ میری سواری کے لیے میرا یہ ذاتی خچر کافی ہے۔ چنانچہ آپ اسی خچر پر سوار ہو کر گھر تشریف لے آئے۔

گھر آ کر آپ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک سے کہا کہ تمہارے پاس جتنے زیور، قیمتی برتن، جواہر یا ساز و سامان ہے وہ آج سے تمہارا نہیں رہا۔ تمہاری ہر ملک قوم کی ملک بن گئی ہے۔ تمہارے شوہر نے ملت کی قیادت و امارت کی مسند پر بیٹھ کر اپنی ہر ملک سے محرومی اختیار کر لی ہے اگر تو نے میرا یہ حکم نہ مانا تو مَیں تم سے جدائی اختیار کر لوں گا۔ کیونکہ مجھے کسی طرح گوارا نہیں کہ تم اور تمہارے زیورات اور مَیں ایک ہی گھر میں ہوں۔

چنانچہ فاطمہ نے اپنے تمام زیورات، قیمتی ملبوسات اور ایک قیمتی موتی جو عبدالملک نے اپنی بیٹی کو جہیز میں دیے تھے سب بیت المال میں بھجوا دیے۔ نیز آپ نے دربار شاہی کے قیمتی فرش فروش اور دیگر سامانِ تعیش و آرائش داخل خزانہ فرما دیا۔

آپ نے سریر آرائے خلافت ہوتے ہی حکم جاری کر دیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں کوئی نازیبا الفاظ استعمال نہ کرے۔ بنو امیہ میں اب تک رواج تھا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا کہتے اور جمعہ کے خطبہ میں بھی ان پر لعن طعن کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ حجاج بن یوسف ثقفی کو آپ بُرا جانتے تھے۔ اس لیے سلیمان کے زمانے میں اس کے عاملین اور متوسلین کو جو حجاج کے نقشِ قدم پر چلتے تھے آپ نے معزول کرا دیا تھا۔ آپ کو والی خراسان کے متعلق شکایت پہنچی۔ کہ موالی کو بلا وظیفہ و رسد جہاد پر بھیج دیتا ہے اور ذمیوں میں سے جو لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں اُن سے بھی خراج وصول کر لیتا ہے۔ آپ نے یہ سن کر گورنر خراسان کو حکم بھیجا کہ جو شخص نماز پڑھتا ہو اس کو جزیہ معاف کر دو۔ لوگ یہ سن کر جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس طرح سے اگرچہ آمدنی میں کچھ کمی آ گئی لیکن دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ خلافت راشدہ کے بعد اتنی تعداد کسی عہد میں نہیں ہوئی ہوگی۔

نیز خراج کی وصولی کے متعلق بھی عاملین کو نرمی برتنے کا حکم دیا۔ بنجر زمین اور قحط زدہ زمینوں کو خراج سے مستثنےٰ قرار دے دیا۔ اس کے علاوہ جتنے ناجائز ٹیکس تھے سب موقوف کر دیے۔ بیت المال کی نہایت سختی سے نگرانی رکھتے تھے۔ ذرا سی لاپرواہی پر سخت بازپرس کرتے تھے۔ ایک دفعہ یمن کے بیت المال سے ایک اشرفی کے گم ہو جانے پر افسر خزانہ سے شرعی قسم لی۔ یزید بن مہلب بن ابی صفرہ

والیٔ خراسان کو خیانت کے جرم میں موقوف کر دیا۔ دفتری اخراجات میں تخفیف کی۔ تمام عمّال کو ہدایت لکھی کہ کوئی عامل بڑے کاغذ پر جلی قلم سے نہ لکھے تاکہ کاغذ ضائع نہ ہو۔ خود آپ کے دفتر میں ایک بالشت سے بڑے کاغذ نہیں ہوتے تھے۔

مالی اور انتظامی اصلاحات

اموی خلفاء بیت المال کے معتد بہ حصّہ کو ذاتی مصارف اور عیش و نشاط پر بے دریغ صرف کرتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیزؓ نے غیر ضروری مصارف ترک کر کے انہیں مسلمانوں کے مفادِ عامہ کی خاطر مخصوص کر دیا۔ ملک میں معذوروں، شیرخوار بچوں فقراء اور مساکین کے وظائف مقرر کیے اور انہیں شاہی لنگرخانے سے کھانا دیا جاتا تھا۔ نیز تمام ملک کے حاجت مندوں میں صدقات تقسیم ہوتے تھے۔ آپ کی اڑھائی برس کی خلافت میں غربت اور افلاس کا اس طرح قلع قمع ہوا تھا کہ پہلے سال جو لوگ صدقہ لیتے تھے وہ دوسرے سال دوسروں کو صدقہ دینے کے قابل ہو گئے۔ لوگ عمّال کے پاس صدقہ کا مال تقسیم کرانے کے لیے جاتے تھے اور کوئی لینے والا نہ ملتا تھا۔ وہ لوگ مجبوراً صدقہ واپس لے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے رعایا کو اس قدر خوشحال کر دیا تھا کہ کوئی شخص حاجت مند باقی ہی نہیں رہ گیا تھا۔

آج کی متمدن دنیا میں روٹی کے مسئلے نے جو صورتِ حال پیدا کر دی ہے وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔ دنیا کے اندر اقتصادی مسائل کو سلجھانے کے لیے کئی معاشی نظریات نے جنم لیا۔ اور اپنے مختلف ادوار میں سے گزر کر آج اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظامِ حیات کے نام سے دنیا پر مسلط ہیں لیکن کوئی بھی نظمِ معیشت عوام کی اقتصادی بدحالی کو دور نہیں کر سکا۔ اس مسئلہ کا صحیح حل اسلام ہے۔ اس کا عملی ثبوت دیکھنا ہو تو خلافتِ راشدہ کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دورِ خلافت دیکھا جائے۔ جب غربت و افلاس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا تھا۔ اور لوگ امن و سکون اور خوشحالی و فارغ البالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ نے ظالم عہدہ داروں کا خوب محاسبہ کیا۔ آپ نے حجاج کے سارے خاندان کو یمن جلاوطن کر دیا۔ اور وہاں کے حاکم کو لکھا کہ میں تمہارے پاس عرب کے بدترین خاندان کو بھیج رہا ہوں اس کو اپنے حدودِ مملکت میں منتشر کر دو۔

عمّال کو جب چیزیں خریدنی ہوتیں تو وہ نرخ گھٹا کر اشیاء خرید لیتے۔ آپ نے قانون بنا دیا کہ کوئی عامل کسی رعایا کا مال کم قیمت پر نہیں خرید سکتا۔

ذمیوں کے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا سلوک سراپا عدل و انصاف پر مبنی تھا۔ انہوں نے ذمیوں کے حقوق کی جس طرح حفاظت کی۔ اور ان کے ساتھ جو نرمی برتی اس کی مثال عہدِ فاروقی کے علاوہ اور کہیں نہیں ملتی۔ ان کے مذہب میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کی۔ جزیہ کی وصولی میں نرمی اور سہولت پیدا کی ان کے لیے ہر طرح کی آسانیاں مہیا کیں۔ جزیہ کی وصولی میں آسانیاں اور ناجائز ٹیکسوں کی روک تھام کے باوجود ملک کی آمدنی پر کوئی اثر نہیں پڑا بلکہ بعض صوبوں کی آمدنیوں میں اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ عراق کی آمدنی حجاجی دور سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ خدا حجاج پر لعنت کرے اسے نہ دین کا سلیقہ تھا اور نہ دنیا کا۔ وہ اپنے مظالم کے باوجود دو کروڑ اسّی لاکھ سے زیادہ وصول نہ کر سکا اور میرے زمانہ میں بغیر کسی ظلم و زیادتی کے بارہ کروڑ چالیس لاکھ آمدنی ہو گئی۔ اگر میں زندہ رہا تو ابھی اس میں اور اضافہ ہو گا۔

★



فلپائن میں مسلم کشی

یوں تو مسلمان دنیا میں ہر کہیں ابتلاء و آزمائش سے دوچار ہیں لیکن اس کائناتِ ارضی میں بعض ممالک ایسے بھی ہیں جہاں مسلمانوں کا وجود تک برداشت نہیں کیا جاتا اور انہیں ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ اس ضمن میں سرفہرست بھارت ہے۔ جہاں مسلم کشی کی نئی منظم تحریکیں ایک عرصے سے جاری ہیں۔ اب جنوب مشرقی ایشیا کا ایک اور ملک "فلپائن" بھی بھارت کے نقشِ قدم پر چلنے لگا ہے۔ اور تعصب و دیوانگی نے وہاں بھی مسلمانوں پر زندگی حرام کر دی ہے۔ فلپائن کے مسلمانوں نے کچھ عرصہ پیشتر اپنے دینی و معاشرتی حقوق منوانے کے لیے مظاہروں کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ لیکن ان کے جائز و معقول مطالبات تسلیم کرنے کی بجائے مسلمانوں کو کچلنے کے لیے اب فوج حرکت میں آگئی ہے اور مسلمانوں کو یہ الٹی میٹم دیا گیا ہے کہ اگر انہوں نے ہتھیار نہ ڈالے تو انہیں نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ فلپائن کی فوج مسلمانوں کے دیہات پر گولہ باری کر رہی ہے۔ ادھر مسلمانوں کی چار تنظیموں نے ایک مشترکہ اعلان میں کہا ہے کہ اگر ان کے خلاف دفاع اور نسل کشی کا سلسلہ بند نہ کیا گیا تو مسلمان جہاد شروع کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

جنوب مشرقی ایشیا کا مجمع الجزائر فلپائن سات ہزار سے زیادہ جزیروں پر مشتمل ہے۔ لیکن ان میں ان گنت جزیرے ایسے ہیں جن کا رقبہ ایک مربع میل سے زیادہ نہیں (صرف ۴۶۲ جزیرے ایسے ہیں جن کا رقبہ ایک مربع میل سے زیادہ ہے) زیادہ تر رقبہ صرف گیارہ جزیروں پر مشتمل ہے اور زیادہ تر آبادی بھی انہی جزیروں میں ہے۔ فلپائن کی کل آبادی تین کروڑ ۶۴ لاکھ سے زائد ہے۔ اس میں سے ۸۳ فیصد رومن کیتھولک ہیں۔ دس فیصد انڈی پنڈنٹ چرچ اور دوسرے مسیحی ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں اور مسلمان کل آبادی کا پانچ فیصد ہیں جو زیادہ تر جنوبی جزیروں میں آباد ہیں۔

مسلمان فلپائن میں ہسپانوی اقتدار سے بہت پہلے پہنچے تھے اور مقامی معاشرے میں بڑا وقار حاصل کر چکے تھے۔ لیکن جس طرح ہسپانیہ میں شاہِ فلپ کے زمانہ میں اور اس کے بعد اسلام کا نام لینا جرم تصوّر ہوتا تھا اسی طرح فلپائن میں ہسپانوی اقتدار مسلمانوں کے زوال کا موجب ثابت ہوا۔ بہرکیف امریکی تسلّط کے دوران (۱۸۹۸ء تا ۱۹۴۶ء) دوسری آبادی کی طرح مسلمانوں کو بھی ہر قسم کی مذہبی و معاشرتی آزادی اور حقوق حاصل رہے۔ مسلمانوں کو جس قدر مذہبی و معاشرتی آزادی حاصل تھی اس کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ پہلی جنگِ عالمگیر سے ذرا پہلے فلپائن کے مسلمانوں نے پیش گاہ خلافت عثمانیہ میں اپنی سفارت بھیجی تھی اور یہ استدعا کی تھی کہ قسطنطنیہ سے ایک شیخ الاسلام ان کے لیے مقرر کیا جائے جو ان کے مذہبی اعمال و اعتقادات کی اصلاح کرے۔ ان کی یہ درخواست منظور کر لی گئی تھی اور شیخ السیّد محمد وجیہہ آفندی النابلسی کو پہلا شیخ الاسلام مقرر کیا گیا تھا۔ اسی زمانے میں مسلمانانِ ہند نے حکومتِ برطانیہ کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرائی تھی کہ جس طرح امریکہ اپنی نوآبادی فلپائن میں اپنی رعایا کو ہر قسم کے حقوق اور آزادیوں سے بہرہ ور کر رہی ہے۔ اسی طرح برطانیہ کو ہندوستان

کے لوگوں سے بہتر سلوک کرنا چاہیے۔

بہرکیف فلپائن میں امریکی اقتدار کے خاتمہ کے بعد جب مقامی اکثریت کی آزاد حکومت قائم ہوئی تو مسلمانوں پر بھی جور و ستم اور مظالم کے ایک نئے دَور کا آغاز ہوا۔ فلپائن کے مسلمان ان مظالم سے تنگ آکر بالآخر آزادی کا مطالبہ کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اور اب چند ماہ سے یہ تحریک خاصی زوروں پر ہے۔ فلپائن کی عیسائی حکومت نے مسلمانوں کی مشکلات و مصائب دور کرنے کی بجائے انہیں کچلنا شروع کیا اور اب نوبت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان کے خلاف فوجی کارروائی کا آغاز ہوچکا ہے۔

یہ صورت حال تمام عالم اسلام کے لیے باعث تشویش ہے اور مذہبی و انسانی حقوق کی ضامن اقوام متحدہ کے لئے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلامی ملکوں کی جو کانفرنس کابل میں منعقد ہونے والی تھی وہ تو افغانستان کی روس اور بھارت دوستی کا شکار ہوگئی ہے۔ اب مسلم ممالک کو سوچنا چاہیے کہ وہ فلپائن کے مسلمانوں کی کیا امداد و اعانت کر سکتے ہیں۔ اقوام متحدہ کو بھی کچھ خدا خوفی سے کام لینا چاہیے اور جو اکثریتی فرقے مسلم آزاری بلکہ مسلم کشی کی راہ پر گامزن ہیں انہیں انسانیت کا کوئی تو درس دینا چاہیے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے اس نے ہمیشہ دنیا میں ہر کہیں مسلمانوں کی آواز پر لبیک کہا ہے۔ یہ درست ہے کہ پاکستان اس وقت خود مصائب و آلام میں گھرا ہوا ہے لیکن فلپائن کے مسلمان اہل پاکستان کو اپنی جدوجہد میں ہمیشہ اپنے ہمدوش پائیں گے۔

(نوائے وقت لاہور ۱۲ اگست ۱۹۷۱ء)

★

عبدالرحمن لودھیانوی

گذشتہ سے پیوستہ

شیطان دشمن انسان

(۱۸) اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ پ ۱۲ سورہ یوسف ۱۲ آیت ۵

بے شک شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔

شیطان ہر وقت انسان کی گھات میں لگا رہتا ہے۔ وسوسہ اندازی کرتا رہتا ہے۔

جو بندے اخلاص اور عبودیت کی راہ اختیار کریں گے وہی شیطان لعین کے تسلط سے مامون رہیں گے۔ اور جو ملعون کی پیروی کریں گے اس کے ہمراہ دوزخ میں جائیں گے۔

او ! ملعون ! لوگوں کو صراط مستقیم سے گمراہ کرکے کہاں بھاگے گا ؟ کسی بندے پر تیری زبردستی نہیں چل سکتی ہاں جو خود ہی بہک کر اپنی جہالت اور حماقت سے تیرے پیچھے ہو لیا تیرے اور تیرے ساتھیوں کے لئے ٹھکانہ دوزخ ہے تم سب اسی گھاٹ اتارے جاؤ گے

وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝ پ ۱۹ سورہ فرقان ۲۵ آیت ۲۹ اور شیطان آدمی کو ہر وقت دغا دینے والا ہے۔

یہ انسان کو بھٹکاتا رہتا ہے۔ یہ خود بھی اللہ کی رحمت سے محروم ہو گیا۔ تکبر کی بناء پر اس نے خدا کے حکم کی عدولی کی۔ حضرت آدم کو سجدہ نہ کیا اور تکبر کیا کہ آدم تو مٹی سے بنایا گیا ہے۔ اور میری خلقت آگ سے ہے۔

(۱۹) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ پ ۱۴ سورہ حجر ۱۵ آیت ۲۶

(ترجمہ) اور البتہ ہم نے آدمی کو کھنکھناتے اور سڑے گارے سے پیدا کیا یعنی اوّل سنے ہوئے گارے سے انسان کا پتلا تیار کیا پھر جب خشک ہو کر کھن کھن بجنے لگا۔ پھر کسی درجہ میں آگ سے پکایا گیا یہی ناری جز آدمی کی شیطنت کا منشا ہے تحقیق شیطان آدمی کا دشمن ہے۔ سو تم بھی اس کو اپنا دشمن سمجھو۔

(۲۰) اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا۔ پ ۲۲ سورہ فاطر ۳۵ آیت ۶

یعنی قیامت آنی ہے اور سب نے اللہ تعالیٰ کی بڑی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ دنیا کی ٹیپ ٹاپ اور فانی عیش و بہار پر نہ پھولو اور اس مشہور دغا باز شیطان سے دھوکہ میں مت آؤ وہ تمہارا ازلی دشمن ہے کبھی اچھا مشورہ نہ دے گا۔ یہی کوشش کرے گا کہ اپنے ساتھ تم کو بھی دوزخ میں پہنچا کر چھوڑے۔ طرح طرح کی باتیں بنا کر خدا اور آخرت کی طرف سے غافل کرتا رہے گا چاہیئے کہ تم دشمن کو دشمن سمجھو اس کی بات نہ مانو شیطان جو سبز باغ دکھاتا ہے۔ اس سے فریب کھانا احمق کا کام ہے اس کے سب وعدے دغا بازی اور فریب ہے ہیں۔ چنانچہ وہ خود اقرار کرے گا جو وعدے میں نے تم سے کئے تھے ان سب کی خلاف ورزی کی۔

(۲۱) اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا ۝ پ ۲۲ سورۃ احزاب ۳۳ آیت ۷۲

(ترجمہ) بے شک انسان بڑا بے ترس اور نادان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کو دکھلائی تھی پھر کسی نے قبول نہ کیا کہ اس کو اٹھائیں اس سے ڈر گئے۔ اور اس کو انسان ہی نے اٹھا لیا۔ بے شک وہ ظالم اور جاہل ہے۔

تفسیر:۔ یہ امانت وہی تخم ہدایت ہے جو اللہ کے حکم سے لوگوں کے دلوں میں تہ نشین کی گئی۔ پھر علوم قرآن و سنت کی بارش ہوئی۔ مگر کس میں طاقت تھی کہ اس کو اٹھائے سب نے انکار کر دیا صرف یہ انسان ہی تھا جس نے اس کو اٹھا لیا

(۲۲) وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۰

(ترجمہ) اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی۔

تفسیر۔ آدمی کو حسن صورت، نطق تدبیر اور عقل و حواس عنایت فرمائے جن سے دنیوی و اُخروی نقصانات اور منافع کو سمجھتا ہے اور اچھے برے میں تفریق کرتا ہے۔ ہر طرف ترقی کی راہیں اس کے لئے کھلی ہیں۔ دوسری مخلوقات کو قابو میں لاکر اپنے کام میں لگاتا ہے خشکی تری اور خلا میں سفر کرتا ہے۔ قسم قسم کے عمدہ کپڑے، کھانے، مکانات اور دنیوی آسائش اور رہائش کے سامانوں سے منتفع ہوتا رہتا ہے۔ ان ہی آدمیوں کے سب سے پہلے باپ حضرت آدم کو خدا تعالیٰ نے مسجود ملائکہ بنایا اور ان کے آخری پیغمبر ص کو کل مخلوقات کا سردار بنایا۔ غرض نوع انسانی کو اللہ تعالیٰ نے

(باقی ص ۹ پر)

تاریخ اسلام

جنگِ یرموک کے ایمان افروز واقعات

(حضرت علامہ شبلی نعمانی، مقام اعظم گڑھ)

رومی جو شکست کھا کھا کر دمشق و حمص وغیرہ سے نکلے تھے، انطاکیہ پہنچے ہرقل سے فریاد کی کہ عرب نے تمام شام کو پامال کر دیا ہرقل نے ان میں سے چند ہوشیار اور معزز آدمیوں کو دربار میں طلب کیا اور کہا کہ عرب تم سے زور میں، جمعیت میں، سروسامان میں کم ہیں، پھر تم ان کے مقابلے میں کیوں نہیں ٹھہر سکتے۔ اس پر سب نے ندامت سے سر جھکا لیا اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا لیکن ایک تجربہ کار بڈھے نے عرض کی کہ عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں۔ وہ رات کو عبادت کرتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں کسی پر ظلم نہیں کرتے، آپس میں ایک ایک سے برابری کے ساتھ ملتا ہے، ہمارا یہ حال ہے کہ شراب پیتے ہیں، بدکاریاں کرتے ہیں اقرار کی پابندی نہیں کرتے، اوروں پر ظلم کرتے ہیں، اس کا یہ اثر ہے کہ ان کے ہر کام میں جوش اور استقلال پایا جاتا ہے۔ اور ہمارا جو کام ہوتا ہے ہمت و استقلال سے خالی ہوتا ہے۔ قیصر درحقیقت شام سے نکل جانے کا ارادہ کر چکا تھا لیکن ہر شہر اور ہر ضلع سے جوق در جوق عیسائی فریادی چلے آتے تھے۔ قیصر کو سخت غیرت آئی اور نہایت جوش کے ساتھ آمادہ ہوا کہ شاہنشاہی کا پورا زور عرب کے مقابلے میں صرف کر دیا جائے، روم، قسطنطنیہ، جزیرہ، آرمینیہ، ہر جگہ احکام بھیجے کہ تمام فوجیں پایہ تخت انطاکیہ میں ایک تاریخ معین تک حاضر ہو جائیں تمام اضلاع کے افسروں کو لکھ بھیجا کہ جس قدر آدمی جہاں سے میسر ہو سکیں روانہ کئے جائیں۔ ان احکام کا پہنچنا تھا کہ فوجوں کا ایک طوفان امڈ آیا۔ انطاکیہ کے چاروں طرف جہاں تک نگاہ جاتی تھی فوجوں کا ٹڈی دل پھیلا ہوا تھا۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے جو مقامات فتح کر لیے تھے وہاں کے امراء اور رئیس ان کے عدل و انصاف کے اس قدر گرویدہ ہو گئے تھے کہ باوجود مخالفِ مذہب کے خود اپنی طرف سے دشمن کی خبر لانے کے لیے جاسوس مقرر کر رکھے تھے۔ چنانچہ ان کے ذریعے سے حضرت ابوعبیدہؓ کو تمام واقعات کی اطلاع ہوئی۔ انہوں نے تمام افسروں کو جمع کیا اور کھڑے ہو کر ایک پُراثر تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ "مسلمانو! خدا نے تمہیں بار بار جانچا اور تم اس کی جانچ میں پورے اترے۔ چنانچہ اس کے صلہ میں خدا نے ہمیشہ تم کو مظفر و منصور رکھا۔ اب تمہارا دشمن اس سروسامان سے تمہارے مقابلہ کے لیے چلا ہے کہ زمین کانپ اٹھی ہے۔ اب بتاؤ کیا صلاح ہے۔ یزید بن سفیان (معاویہؓ کے بھائی) کھڑے ہوئے اور کہا کہ "میری رائے ہے کہ عورتوں اور بچوں کو شہر میں رہنے دیں اور خود شہر کے باہر لشکر آرا ہوں۔ اس کے ساتھ خالد اور عمرو بن العاص کو خط لکھا جائے کہ دمشق اور فلسطین سے چل کر مدد کو آئیں۔" شرجیل بن حسنہ نے کہا کہ اس موقع پر ہر شخص کو آزادانہ رائے دینی چاہیے۔ یزید نے جو رائے دی بے شبہ خیر خواہی سے دی ہے لیکن میں اس کا مخالف ہوں، شہر والے تمام عیسائی ہیں، ممکن ہے کہ وہ تعصب سے ہمارے اہل و عیال کو پکڑ کر قیصر کے حوالے کر دیں یا خود مار ڈالیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا اس کی تدبیر یہ ہے کہ ہم عیسائیوں کو شہر سے نکال دیں۔ شرجیل نے اٹھ کر کہا: اے امیر! تجھ کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں، ہم نے عیسائیوں کو اس شرط پر امن دیا ہے کہ وہ شہر میں اطمینان سے رہیں۔ اس لیے نقضِ عہد کیونکر ہو سکتا ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنی غلطی تسلیم کی۔ لیکن یہ بحث طے نہیں ہوئی کہ آخر کیا کیا جائے؟ عام حاضرین نے رائے دی کہ حمص میں ٹھہر کر امدادی فوج کا انتظار کیا جائے، ابوعبیدہؓ نے کہا اتنا وقت کہاں ہے؟ آخر یہ رائے ٹھہری کہ حمص چھوڑ کر دمشق روانہ ہوں، وہاں خالد موجود ہیں، اور عرب کی سرحد قریب ہے۔ یہ ارادہ مصمم ہو چکا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے حبیب بن مسلمہ کو جو افسرِ خزانہ تھے بلا کر کہا کہ عیسائیوں سے جو جزیہ یا خراج لیا جاتا ہے اس معاوضہ میں لیا جاتا ہے کہ ہم ان کو ان کے دشمنوں سے بچائیں۔ لیکن اس وقت ہماری حالت ایسی نازک ہے کہ ہم ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتے۔ اس لیے جو کچھ ان سے وصول ہوا ہے سب ان کو واپس دے دو۔ اور ان سے کہہ دو کہ ہم کو جو تمہارے ساتھ تعلق تھا اب بھی ہے لیکن چونکہ اس وقت تمہاری حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جزیہ جو حفاظت کا معاوضہ ہے تم کو واپس کیا جاتا ہے، چنانچہ کئی لاکھ کی رقم جو وصول ہوئی تھی، کل واپس کر دی گئی۔ عیسائیوں پر اس واقعہ کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ روتے جاتے تھے اور جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ "خدا تم کو واپس لائے"۔ یہودیوں پر اس سے بھی زیادہ اثر ہوا انھوں نے کہا کہ توراۃ کی قسم جب تک ہم زندہ ہیں قیصر حمص پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر شہر پناہ کے دروازے بند کر دیے اور ہر جگہ چوکی پہرہ بٹھا دیا+

ابوعبیدہؓ نے صرف حمص والوں کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں کیا بلکہ جس قدر اضلاع فتح ہو چکے تھے، ہر جگہ لکھ بھیجا کہ جزیہ کی جس قدر رقم وصول ہوئی ہے واپس کر دی جائے+

غرض ابوعبیدہ دمشق کو روانہ ہوئے اور ان تمام حالات سے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر کہ مسلمان رومیوں کے ڈر سے حمص سے چلے آئے۔ نہایت رنجیدہ ہوئے لیکن جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ کل فوج اور افسرانِ فوج نے یہی فیصلہ کیا تو فی الجملہ تسلی ہوئی۔ اور فرمایا کہ خدا نے کسی مصلحت سے تمام مسلمانوں کو اس رائے پر متفق کیا ہوگا۔

ابوعبیدہؓ کو جواب لکھا کہ "میں مدد کے لیے سعید بن عامر کو بھیجتا ہوں۔ لیکن فتح و شکست فوج کی قلت و کثرت پر نہیں ہے۔" ابوعبیدہؓ نے دمشق پہنچ کر تمام افسروں کو جمع کیا اور ان سے مشورے کیے۔ یزید بن ابی سفیان، شرجیل بن حسنہ، معاذ بن جبل، سب نے مختلف رائیں دیں۔ اسی اثنا میں عمرو بن العاص کا قاصد خط لے کر پہنچا جس کا یہ مضمون تھا کہ اردن کے اضلاع میں عام بغاوت پھیل گئی ہے۔ رومیوں کی آمد نے سخت تہلکہ ڈال دیا ہے اور حمص کو چھوڑ کر چلا آنا نہایت بے رعبی کا سبب ہوا ہے۔ ابوعبیدہؓ نے جواب لکھا کہ حمص کو ہم نے ڈر کر نہیں چھوڑا بلکہ مقصود یہ تھا کہ دشمن محفوظ مقامات سے نکل آئے اور اسلامی فوجیں جو جابجا پھیلی ہوئی ہیں یکجا ہو جائیں خط میں یہ بھی لکھا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ٹلو میں وہیں آ کر تم سے ملتا ہوں+

دوسرے دن ابوعبیدہؓ دمشق سے روانہ ہو گئے اور اردن کی حدود میں یرموک پہنچ کر قیام کیا۔ عمرو بن العاص بھی یہیں آ کر ملے یہ موقع جنگ کی ضرورتوں کے لیے اس لحاظ سے مناسب تھا کہ عرب کی سرحد بہ نسبت اور مقامات کے یہاں سے قریب تھی۔ اور پشت پر عرب کی سرحد تک کھلا میدان تھا جس سے یہ موقع حاصل تھا کہ ضرورت پر جہاں تک چاہیں پیچھے ہٹتے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے سعید بن عامر کے ساتھ جو فوج روانہ کی تھی وہ ابھی نہیں پہنچی تھی۔ ادھر رومیوں کی آمد اور ان کے سامان کا حال سن کر مسلمان گھبرائے جاتے تھے۔ ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس ایک اور قاصد دوڑایا اور لکھا کہ رومی بحر و بر سے اُبل پڑے ہیں۔ اور جوش کا یہ حال ہے کہ فوج جس راہ سے گزرتی ہے۔ راہب اور خانقاہ نشین جنہوں نے کبھی خلوت سے قدم باہر نہیں نکالا تھا نکل نکل کر فوج کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں۔ خط پہنچا تو حضرت عمرؓ نے مہاجرین اور انصار کو جمع کیا اور خط پڑھ کر سنایا۔ تمام صحابہؓ بے اختیار رو پڑے اور نہایت جوش کے ساتھ پکار کر کہا کہ امیر المومنین! خدا کے لیے ہمیں اجازت دے کہ ہم اپنے بھائیوں پر جا کر نثار ہو جائیں۔ خدانخواستہ اگر ان کا بال بیکا ہوا تو پھر ہمارا جینا بے سود ہے۔" مہاجرین و انصار کا جوش بڑھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ "امیر المومنین! تو خود سپہ سالار بن اور ہم کو ساتھ لے کر چل"۔ لیکن اور صحابہؓ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور رائے یہ ٹھہری کہ اور امدادی فوجیں بھیجی جائیں۔ حضرت عمرؓ نے قاصد سے دریافت کیا کہ دشمن کہاں تک آ گئے ہیں۔ اس نے کہا "یرموک سے تین چار منزل کا فاصلہ رہ گیا ہے"۔ حضرت عمرؓ نہایت غمزدہ ہوئے اور فرمایا کہ "افسوس اب کیا ہو سکتا ہے! اتنے عرصہ میں کیونکر مدد پہنچ سکتی ہے۔ ابوعبیدہؓ کے نام نہایت پرتاثیر الفاظ میں ایک خط لکھا اور قاصد سے کہا کہ خود ایک ایک صف میں جا کر یہ خط سنانا اور زبانی کہنا کہ اَلاٰ عُمَرُ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ لَکُمْ یَا اَهْلَ الْاِسْلَامِ اُصْدُقُوا اللِّقَاءَ وَشُدُّوْا عَلَیْهِمْ شَدَّ اللُّیُوْثِ وَلْتَکُوْنُوْا اَهْوَنَ عَلَیْکُمْ مِنَ الذَّرِّ فَاِنَّا قَدْ کُنَّا عَلِمْنَا اَنَّکُمْ عَلَیْهِمْ مَنْصُوْرُوْنَ ۝

حضرت عامرؓ کی آمد

یہ عجیب حسنِ اتفاق ہوا کہ جس دن قاصد ابوعبیدہؓ کے پاس آیا اسی دن حضرت عامرؓ بھی ہزار آدمی کے ساتھ پہنچ گئے مسلمانوں کو نہایت تقویت ہوئی۔ اور انھوں نے نہایت استقلال کے ساتھ لڑائی کی تیاریاں شروع کیں۔ رومی فوجیں یرموک کے مقابل دیر الجبل میں اتریں۔ خالد نے لڑائی کی تیاریاں شروع کیں معاذ بن جبل کو جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے (باقی صفحہ ۱۸ پہ)

پنجاب یونیورسٹی کا پہلا نابینا گریجویٹ

علامہ انور کاشمیریؒ کے قابلِ فخر شاگردِ رشید

مولانا حافظ حکیم عبدالمجید نابینا

مجلس احرار کے ایک سرگرم رہنما ایک نامور طبیب

برصغیر ہند و پاک میں انگریزوں کی غلامی کا دور بدترین اور سیاہ ترین دور کہلاتا ہے۔ اسی سیاہ دور میں مسلمانوں کی اخلاقی، سیاسی اور اقتصادی بربادیوں کے اہتمام ہوئے اگرچہ ملک آزاد ہو گیا ہے اور انگریزوں کو رخصت ہوئے ربع صدی بیت چکی ہے لیکن ابھی تک ہماری قومی اور ملی زندگی کی اجڑی ہوئی عمارتوں کے آباد ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی ہے +

عجیب اتفاق ہے کہ برصغیر میں اسی سیاہ ترین دور کے دوران ایسے ایسے نابغہ روزگار افراد یکے بعد دیگرے پیدا ہوئے جن کی مثال خیرون القرون کو چھوڑ کر شاذ ہی ملتی ہے۔ برطانوی دور کے ابتدائی اکابر کا تذکرہ اگر طویل سمجھ کر اس وقت چھوڑ دیا جائے اور صرف ان بزرگوں کے ذکر پر اکتفا کر لیا جائے جو بیسویں صدی میں ہمارے سامنے تھے۔ تو بھی وہ کم محیر العقول نہیں ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن رح، مولانا مفتی کفایت اللہ رح، مولانا سید حسین احمد مدنی رح، مولانا اشرف علی تھانوی رح، مولانا احمد سعید دہلوی رح، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رح، مولانا محمد علی جوہر رح، مولانا ابو الکلام آزاد رح، ڈاکٹر مختار احمد انصاری رح، مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان رح، مفکر اسلام علامہ اقبال رح، حضرت پیر مہر علی شاہ رح گولڑوی، صوفی شیر محمد صاحب شرقپوری، مولانا ثناء اللہ امرتسری رح، مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی رح، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رح، مولانا حسرت موہانی رح، مولانا امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح، مفکر احرار چوہدری افضل حق صاحب رح، مولانا شبیر احمد عثمانی رح، مولانا ظفر علی خاں رح، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رح، مولانا محمد علی جالندھری رح، قاضی احسان احمد شجاع آبادی رح، شیخ حسام الدین رح، ماسٹر تاج الدین انصاری رح، مولانا گل شیر شہید رح، ان میں سے ہر ہستی یگانۂ روزگار تھی۔ ان میں سے ہر فرد اگرچہ بظاہر فرد ہی تھا لیکن درحقیقت وہ اپنی ذات میں ایک انجمن ایک جماعت بلکہ ایک دور کی حیثیت رکھتے تھے +

لائل پور کے حافظ عبدالمجید نابینا مرحوم بھی اسی عظیم قافلے کی آخری صفوں کے فرد تھے جو اپنے ان عظیم پیشرووں کی جانشینی کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر ۱۲ر فروری ۱۹۷۲ء دس بجے صبح اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے اپنے مالک و خالق حقیقی سے جا ملے۔ وفات کے وقت ان کی عمر تریسٹھ سال تھی +

ابتدائی زندگی

حافظ عبدالمجید چک نمبر ۲۲۴، تحصیل و ضلع لائل پور کے ایک لینڈ لارڈ چوہدری وزیر خاں راجپوت کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ آپ کے بڑے بھائی چوہدری غلام محی الدین اور چھوٹے بھائی چوہدری غلام دستگیر زمینداری کرتے تھے۔ حافظ صاحب بچپن میں آنکھوں سے معذور ہو جانے کے باعث دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے بچپن ہی میں قرآن مجید حفظ کیا۔ سبعہ قرات سیکھی اور اس کی سند حاصل کی، عربی اور اسلامی علوم دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ اسلامیہ ڈھابیل سے پڑھے۔ وہ مشہور محدث اور عالم دین سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب اور قابل فخر شاگردوں میں سے تھے۔ قدرت نے انھیں بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ سبق پڑھنے سے پہلے ساتھیوں سے حدیث شریف کا سبق سن لیتے پھر جب اسباق شروع ہوتے تو کلاس میں زبانی سبق پڑھ دیتے۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ حیران ہوتے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب مجھے معلوم

تحریر

مولانا تاج محمود، لائلپور

ہوا کہ امام ترمذی نابینا ہونے کے باوجود حافظِ حدیث تھے تو حیرت ہوتی تھی لیکن اب ان حافظ عبدالمجید صاحب کو دیکھ کر وہ حیرت جاتی رہی +

منبع الطب لکھنؤ سے طب کی سند حاصل کی پنجاب یونیورسٹی سے فارسی فاضل، اردو فاضل، اور عربی فاضل کی سندات حاصل کیں اور پنجاب یونیورسٹی سے ہی بی اے انگلش کی بھی ڈگری حاصل کر لی۔ حافظ عبدالمجید صاحب پنجاب یونیورسٹی کے پہلے نابینا گریجویٹ تھے +

دینی اور دنیوی علوم و کمالات سے مزین ہونے کے بعد حافظ صاحب نے امین پور بازار لائلپور میں شفاخانہ نقشبندیہ کے نام سے اپنا مطب قائم کیا اور اس طرح سے خدمت خلق کے علاوہ روزی کمانے کا ایک حلال ذریعہ منتخب اور مقرر فرمایا تھوڑے ہی عرصہ میں حافظ صاحب شہر اور بیرونجات کے مریضوں کے لیے ایک مرجع اور مرکز بن گئے۔ اور پھر قدرت نے ان کے ہاتھ میں شفا رکھی تھی اور اب حالت یہ تھی کہ حافظ صاحب کی زندگی کے دوسرے تمام مشاغل متاثر ہوتے اور ان کا اکثر و بیشتر وقت مطب اور مریضوں کی خدمت میں گذرتا تھا۔ مطب میں ان کے دو نائب حکیم محمد حسین اور حکیم عبدالرشید صاحبان ان کی معاونت اور نیابت کیا کرتے تھے۔

طب کے میدان میں بعض دفعہ حافظ صاحب اعجازِ مسیحائی کا بھی مظاہرہ کر جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بچی کی نبض دیکھ کر فرمایا، بیٹی تیرا جسم بہت موٹا ہو گیا ہے اور تجھے تین ماہ سے امید ہے۔ اس لیے اس کی حفاظت کی تدابیر اختیار کرو، بعد میں گھر والوں نے بتایا یہ بالکل درست ہے۔ بعض دفعہ مختلف اشخاص کو اپنے سامنے بٹھا کر ان کی نبضیں دیکھتے اور نبض دیکھنے کے بعد ان کے جسموں کے رنگ بھی بتا دیتے۔ حافظہ ان کا اس طرح کا تھا جس کی عصرِ حاضر میں شاید ہی کوئی مثال ہو۔ کبھی ایک شخص ملتا علاج کے سلسلہ میں یا دینی ضرورت کے سلسلہ میں پھر وہ چلا جاتا۔ سالہا سال گذر جانے کے بعد جب پھر وہ دوبارہ ملتا اور بلند آواز سے حافظ صاحب کو السلام علیکم کہتا تو فوراً اس کا نام لیتے اور سلام کا جواب دیتے وہ شخص اور اردگرد کے لوگ حیران رہ جاتے۔

سیاسی خدمات

حافظ عبدالمجید صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ قدرت نے انھیں رنگارنگ صفات اور کمالات کا مجموعہ بنایا تھا۔ ایک ذہین دانشور اور روشن ضمیر عالم دین کی حیثیت سے وہ لازمی طور پر اپنے گرد و پیش سے متاثر ہوتے تھے جن دنوں وہ ابھی دینی تعلیم مکمل کر چکے تھے اور مطب کے قیام کی فکر میں تھے ان دنوں برصغیر میں انگریزوں کا راج تھا برصغیر کے لوگ سفید سامراج کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے انگڑائیاں لے رہے تھے۔ حافظ جی بھی تحریک آزادی میں حصہ لینے کے لیے سراپا شوق بنے ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں جو جماعتیں سیاسیات کے محاذ پر مصروفِ کار تھیں ان میں کانگرس، مسلم لیگ، مجلس احرار اسلام، خاکسار تحریک، ہندو مہاسبھا، یونینسٹ پارٹی تھیں۔ کانگرس انگریزوں کے خلاف لڑنے میں نمبر ایک جماعت تھی۔ لیکن اس میں ہندوؤں کی اکثریت نے خصوصاً ہندو کانگرسیوں کے مسلمان کارکنوں کے ساتھ سرد مہرانہ سلوک نے حساس اور خوددار مسلمانوں کو گہری سوچ میں ڈال رکھا تھا کہ وہ کانگرس کی بجائے کسی اور آزاد اسٹیج سے انگریزی سطوت کے لشکروں پر شب خون ماریں، چنانچہ پنجاب کے غیور، بہادر اور باشعور مسلمان نوجوان مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کیے ہوئے تھے۔ حافظ عبدالمجید صاحب بھی مجلس احرار اسلام میں شریک ہو گئے۔ اپنے علمی اخلاص اور اعلیٰ صلاحیتوں کی بدولت بہت جلد مجلس احرار کی اگلی صفوں کے رہنماؤں میں شریک ہو گئے۔ چنانچہ وہ شہر و ضلع لائلپور کی مجالس کے صدر اور مرکزی مجالس کے رکن اور ورکنگ کمیٹی کے ممبر بنا لیے گئے +

۱۹۳۹ء میں برصغیر کی ہر انگریز دشمن جماعت سے پہلے مجلس احرار اسلام نے "فوجی بھرتی بائیکاٹ" کی تحریک شروع کی۔ یہ ایک ایسی سول نافرمانی کی تحریک تھی (باقی صفحہ ۱۸ پر)

شمع نبوت کا ایک پروانہ • فقر و استغناء کا پیکر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابہ میں سے تھے جن کی زندگی میں فقر و مسکنت کا پہلو بہت نمایاں تھا۔ لیکن فقر و عسرت کے سخت ترین لمحات میں بھی صبر کا دامن آپ کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا تھا۔ بعض اوقات بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے دن دن بھر اور رات رات بھر اس طرح بھوکے گذر جاتے کہ ایک دانہ بھی منہ میں نہ جاتا۔ اپنا حال بیان کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں۔

"میرا حال یہ تھا کہ جہاں کچھ میرے پیٹ میں پڑ جاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تھا تاکہ آپ کے ارشادات سے مستفید ہو سکوں۔ یہی وجہ تھی کہ نہ میں خمیری روٹی کھا سکتا تھا اور نہ عمدہ کپڑے پہن سکتا تھا اور نہ ہی کوئی غلام یا باندی مجھے خدمت کے لیے میسر تھی (کیونکہ یہ باتیں کچھ کمانے کو چاہتی تھیں۔) جب بھوک ستاتی تو اکثر یہ طریقہ اختیار کرتا کہ کسی صاحب سے قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھنے کی فرمائش کرتا دراں حالیکہ وہ آیت مجھے خود یاد ہوتی۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ اس طرح وہ صاحب مجھ سے اپنے ساتھ چلنے کو کہیں اور پھر شاید میری بھوک کا حال محسوس کر کے مجھ سے کھانے کو بھی کہیں (یعنی صاف صاف میں اپنی حاجت کسی کے سامنے نہیں رکھتا تھا)

مزید فرماتے ہیں۔ میں ان ستر اہل صفہ میں سے تھا جن میں سے کسی کے پاس باقاعدہ ایک چادر تک نہ ہوتی تھی۔ کوئی کملی یا ایک کپڑا جس کو وہ اپنی گردن میں باندھ لیتے تھے ان کا پورا لباس ہوتا۔ بھوک سے بھی پریشان رہتے تھے۔ نماز کے وقت کے علاوہ ان میں سے کوئی گھر سے نکل کر مسجد نبوی کا رخ کرتا تو اس کا واحد سبب بھوک ہوتی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ وہاں اسی حال میں مبتلا کچھ اور لوگ مل جاتے تھے۔ ایک دن میں اسی حالت میں نکل کر مسجد پہنچا تو کچھ لوگ ملے اور پوچھا ابوہریرہؓ! تم کو اس وقت کس چیز نے نکالا؟ میں نے کہا بس بھوک نے، کہنے لگے اللہ کی قسم! ہم کو بھی بھوک ہی نے نکلنے پر مجبور کیا ہے چنانچہ طے ہوا کہ چلو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں۔ پس ہم سب اٹھ کر چلے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دریافت فرمایا اس وقت کیسے آئے ہو؟ عرض کیا یارسول اللہؐ! بھوک لائی ہے۔ رسول اللہؐ نے کھجوروں کا ایک طباق منگوایا اور ہم میں سے ہر شخص کو دو دو کھجوریں دیں اور فرمایا یہ دو کھجوریں کھاؤ اور اس کے بعد پانی پیو۔ یہی دو کھجوریں تمہیں آج کے لیے کافی ہوں گی۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے ایک کھجور کھالی اور دوسری کھجور اپنے دامن میں اٹھا کر رکھ لی۔ حضورؐ نے دریافت کیا۔ ابوہریرہ! تم نے یہ کھجور کس کے لیے اٹھا کر رکھ لی؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے یہ اپنی والدہ کے لیے رکھی ہے آپ نے فرمایا تم اس کو کھالو ہم ان کے لیے بھی تم کو دو کھجوریں دیں گے چنانچہ میں نے وہ کھجور بھی کھالی اور حضور نے مجھے والدہ کے لیے مزید دو کھجوریں عنایت فرمائیں۔

اولاد بے شک ایسی ہی ہونی چاہیے۔ سبحان اللہ! حضرت ابوہریرہؓ آپ بحیثیت ایک بیٹے کے بھی کتنے اچھے تھے — آپ کو اکثر اتنی شدید بھوک کی تکلیف ہو جاتی تھی کہ منبر شریف اور

حضرت ابوہریرہؓ اپنی والدہ کو دین اسلام قبول کرنے کے لیے سمجھایا کرتے تھے ایک دفعہ اُن کی والدہ نے دین و ایمان کے متعلق کوئی ایسی بات کہہ دی جس سے ان کو بڑا صدمہ ہوا انہوں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضورؐ! میری والدہ کے لیے دعا کیجیے کہ خدا اس کو ہدایت کرے۔ آنحضرت نے دعا کی کہ اے اللہ! ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت کر۔ یہ خوش خوش گھر پہنچے تو دروازہ بند تھا اور پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔ جیسے کوئی نہاتا ہو اُن کے آنے کی آہٹ سن کر ماں نے پکار کر کہا کہ وہاں ہی رہیو۔ نہا دھو کر کواڑ کھولے اور کہا اشھدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشھد اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ، انہوں نے بے اختیار رونا شروع کیا۔ انھوں نے آنحضرت سے درخواست کی کہ ماں اور بیٹے میں اور مسلمانوں میں محبت ہو جائے آپ نے دعا فرمائی۔

(از بہشتی زیور (مولانا اشرف علی صاحب تھانوی)

حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے درمیان بیہوش ہو کر گر پڑتے تھے اور کوئی گذرنے والا آپ کو جنون زدہ سمجھ کر سینہ پر بیٹھ جاتا تھا۔ ابوہریرہؓ اس وقت سر اٹھا کر اس سے کہتے "بھائی! تم کو غلط فہمی ہوئی ہے یہ بھوک کی تکلیف ہے"۔ بعض وقت سیدھا بیٹھا نہ جاتا تو کبھی سے زمین پر ٹیک لگا کر نیم دراز ہو جاتے اور پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایسے ہی میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابوبکرؓ گذرے تو میں نے ان سے قرآن کی ایک آیت کے متعلق کچھ معلوم کیا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ اس بہانہ سے وہ اپنے ساتھ مجھے لے جائیں گے اور کچھ کھلا دیں گے لیکن وہ یونہی گذر گئے۔ مجھے ساتھ نہیں لیا۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ گذرے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا یہاں تک کہ رسول اللہؐ کا گذر ہوا۔ آپ نے میرے چہرے سے بھوک کا اندازہ فرمالیا ارشاد ہوا ابوہریرہ! میں نے عرض کیا حضورؐ! حاضر ہوا میں آپ کے ساتھ خانۂ اقدس پہنچا۔ آپ نے وہاں ایک پیالہ میں دودھ رکھا ہوا پایا۔ اہل خانہ سے دریافت فرمایا۔ یہ کہاں سے آیا ہے؟ جواب ملا کہ فلاں شخص نے آپ کے لیے بھیجا ہے۔ مجھ سے فرمایا ابوہریرہ! اہل صفہ کے پاس چلے جاؤ اور سب کو بلا لاؤ۔ اہل صفہ اسلام ہی کے مہمان تھے۔ نہ ان کا گھر تھا اور نہ ہی ان کے پاس مال تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپ اس کو ان کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ استعمال نہ فرماتے اور جب آپ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو استعمال فرماتے اور اہل صفہ کو بھی شریک فرماتے۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں اس وقت مجھے آپ کا ان لوگوں کے بلانے کے لیے بھیجنا کچھ گراں ہوا میں نے سوچا میں تو اس امید میں تھا کہ یہ دودھ مجھ ہی کو ملے گا اور اسے پی کر کچھ جان آئے گی۔ یہ اتنا سا دودھ بھلا تمام اہل صفہ میں کیا کرے گا۔ لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت تو ضروری تھی۔ میں اہل صفہ کے پاس آیا اور رسول اللہ کا پیغام پہنچایا۔ تمام اہل صفہ آگئے جب وہ سب بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا۔ ابوہریرہ! اس کو لو اور ان سب کو دو۔ میں ہر شخص کو دینے لگا۔ ان میں سے ہر ایک شخص نے خوب خوب سیر ہو کر پیا۔ حتیٰ کہ میں نے سب کو فارغ کر دیا اور بقیہ رسول اللہ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے میری طرف سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے فرمایا اب ہم اور تم باقی رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا جی ہاں حضرت! آپ نے فرمایا لو پیو۔ میں نے پیا۔ پھر فرمایا پیو۔ میں نے پھر پیا۔ آپ برابر فرماتے رہے کہ پیو اور میں پیتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اب مزید گنجائش نہیں ہے پس وہ باقی دودھ آپ نے لیا اور خود نوش فرمایا۔"

اس فقر و عسرت کے ساتھ ذرا حضرت ابوہریرہؓ کی خود داری بھی دیکھیے ایک مرتبہ واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ میں عمرؓ بن خطاب کے پاس پہنچا وہ نماز کے بعد کچھ تسبیحات پڑھ رہے تھے میں ان کے پاس کھڑا ہو کر انتظار کرنے لگا جب وہ فارغ ہو گئے تو میں قریب گیا اور کہا مجھے قرآن مجید کی چند آیات پڑھا دیجیے۔ فرماتے ہیں کہ اس وقت میری اصل نیت کھانے کی تھی۔ انہوں نے مجھے سورۃ آل عمران کی چند آیتیں پڑھا دیں جب آپ گھر پہنچے تو مجھ کو دروازہ پر ہی چھوڑ کر اندر داخل ہو گئے میں نے سوچا کہ شاید آپ کپڑے بدلیں گے اور پھر میرے لیے کھانے کو کہیں گے۔ لیکن جب کافی دیر ہو گئی اور میں نے کچھ نہ پایا تو واپس چل پڑا۔ سامنے سے رسول اللہؐ تشریف لا رہے تھے۔ آپؐ نے مجھ سے کچھ گفتگو فرمائی اور پھر فرمایا۔ ابوہریرہؓ یہ تمہارے منہ سے سخت بو کیسی ہے؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں یارسول اللہؐ، میں بغیر افطار کے مسلسل روزہ سے ہوں اور کوئی چیز میرے پاس نہیں ہے کہ میں اس سے افطار کر لوں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا چلو۔ میں گھر تک ساتھ چلا گیا آپؐ نے اپنی ایک حبشن باندی کو پکارا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ ذرا یہ پیالہ اٹھاؤ۔ وہ پیالہ لے آئی اس میں کچھ تھوڑا سا بچا ہوا کھانا تھا شاید جو تھے جن میں سے آپ نے تناول فرمایا تھا اور کناروں میں کچھ تھوڑا سا لگا ہوا تھا جو رہ گیا تھا۔ میں نے بسم اللہ کی اور سمیٹ سمیٹ کر کھانے لگا۔ یہاں تک کہ اس سے شکم بھر گیا۔"

مسکینی اور یتیمی کی حالت

حضرت ابوہریرہؓ اکثر فرمایا کرتے تھے "میں نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی اور بحالت مسکینی ہجرت کی۔ میں بسرہ

بنت غزوان کے یہاں مزدوری کرتا تھا۔ میری اجرت کھانا اور سواری تھی جب میرے مالک کہیں ٹھہرتے تو (باقی صفحہ پر) میں ان کی خدمت کرتا اور جب سوار ہوتے تو حدی خوانی کرتا۔ پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ یہی بسرہ بنت غزوان میرے حبالۂ عقد میں آگئیں۔

امام التابعین سعید ابن مسیب پیدائش ۱۳ھ تا وفات ۹۴ھ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کا یہ حال دیکھا کہ آپ بازار کا چکر لگاتے پھر گھر واپس آتے اور فرماتے "کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اگر گھر والے کہتے کہ کچھ نہیں ہے تو فرماتے "میں روزے سے ہوں"۔

ان تنگ حالیوں کے باوجود آپ کا نفس کھانے کا حریص کبھی نہیں ہوا اور کبھی آپ کے نفس پر پیٹ کی طمع نے غلبہ نہیں پایا ہمیشہ اتنے ہی پر اکتفا کرتے تھے جتنا کہ کم سے کم آپ کے لیے کافی ہوتا۔ اگر آپ کے پاس پندرہ کھجوریں ایک ساتھ ہو جاتیں تو پانچ کھجوروں سے افطار کرتے اور پانچ سحری کے وقت کھاتے اور بقیہ پانچ کو افطاری کے لیے رکھ لیتے۔

آپ پر فقر کی آزمائشوں کا طویل زمانہ گذرا۔ یہاں تک کہ اللہ کی رحمت سے خوشحالی اور فارغ البالی کا دروازہ آپ پر کھلا۔ اس وقت آپ پر شکر غالب ہوا۔ ہمیشہ اپنے ایام فقر کو یاد رکھتے تھے۔ لوگوں کو اللہ کی نعمتیں یاد دلاتے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔

ایک دفعہ ایک جماعت کے پاس سے آپ کا گذر ہوا جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی انھوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی تو آپ نے انکار فرما دیا اور کہا رسول اللہؐ تو اس حال میں دنیا سے رخصت ہوتے تھے بلکہ جو کی روٹی بھی شکم سیر ہو کر نہیں کھائی تھی۔

مضارب بن حزن کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ رات کو سفر کر رہا تھا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص تکبیر کہہ رہا ہے جب میرا اونٹ اس کے قریب پہنچ گیا تو میں نے کہا یہ کون ہے؟ جواب ملا۔ ابوہریرہؓ میں نے کہا یہ تکبیر کیسی؟ کہا شکر کی۔ میں نے کہا کس چیز پر۔ کہا میں بسرہ بنت غزوان کا خادم تھا پھر ایسا زمانہ آیا کہ اللہ نے ان کے ساتھ میری شادی کروا دی اب وہ میری بیوی ہیں۔ اس دور میں آپ کے یہاں جب کبھی مہمان آتے تو آپ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس آدمی بھیجتے کہ آپ کا بیٹا آپ کو سلام کہتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ کچھ کھانے کے لیے بھیجئے۔ آپ کی والدہ طشت میں تین ٹکیاں رکھ کر اور تھوڑا سا روغن زیتون اور نمک ساتھ رکھ کر بھیجتیں جب آدمی ان مہمانوں کے سامنے اس کو رکھتا تو حضرت ابوہریرہؓ کے منہ سے تکبیر بلند ہوتی اور فرماتے۔ تعریف ہے اس اللہ کیلئے جس نے یہ غذا بخشی ایک وقت وہ تھا جب ہمارا کھانا صرف کھجور اور پانی ہوتا تھا"۔

اپنی خوشحالی کے زمانہ میں جب کبھی اچھا قسم کا لباس پہن لیتے تو اپنے آپ کو اٹھلاتا ہوا محسوس کرتے اور فوراً کہہ اٹھتے واہ واہ آج ابوہریرہ کتانی لباس میں اکڑ رہے ہیں حالانکہ میں نے اسے اس حال میں بھی دیکھا ہے کہ وہ منبر شریف اور حضرت عائشہؓ کے حجرے کے درمیان گر پڑتے اور کوئی آنے والا اسے دیکھ کر جنون زدہ سمجھتا حالانکہ یہ صرف بھوک ہوتی تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے علم نبوت حاصل کرنے میں جو تکلیفیں اٹھائیں اس کا اندازہ مضمون ہذا

شاھد

نعت

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

نبی امّی و خاتم محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربی
رسول و ہادیٔ اعظم فدیۃ بابی

وہ جس کے نور سے روشن ہیں مہر و ماہ کے چراغ
وہ جس کے نام سے لرزاں ہے نظم تیرہ شبی

اُسی کی ذات ہے ایمان و دین کا مقصود
اسی کے عشق میں زندہ ہے رسم جاں طلبی

ہر ایک امر میں ناطق ہے فیصلہ اُس کا
جو وہ نہ ہو تو شریعت ہے کار بولہبی

اسی کی قامتِ موزوں پہ راست آتی ہے
امام و سرورِ پیغمبراں کی خوش لقبی

اُسی کی شمع رسالت سے مستنیر ہیں سب
ملائکہ ہوں کہ جن و بشر ولی کہ نبی

امانِ حق میں ہو غیرت کہ آج رو بہ زوال
اسی کی اُمتِ خیر الامم ہے وا عجبی!

سے کیا جا سکتا ہے۔

نوٹ: مذکورہ مضمون ایک مصری عالم الحاج الخطیب کی کتاب "ابوہریرہ راویۃ الاسلام" جس کا ترجمہ امۃ الرحمٰن کوثر نے کیا ہے اور یہ مضمون رسالہ الفرقان ماہ جمادی الاول ۹۴ھ سے نقل کیا گیا ہے۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

سے چشم پوشی اختیار کر لیتے ہیں، جن کی وجہ سے ہمارے بنگالی بھائی ہم سے ناراض ہوئے اور انہیں یہ کہنے کا موقعہ ملا کہ گورے انگریز سے آزادی حاصل کرنے کے بعد اب کالے انگریز ہم پر مسلط ہو گئے ہیں، اب ان سے بھی آزادی حاصل کرنی پڑے گی۔ اگر دین پر عمل کیا جاتا اور ہمارے حکمران پورے ملک کی رعایا کو وہ حقوق دے دیتے جن کے ادا کرنے کا اسلام نے حکم دیا تو کوئی بھی کسی فرد یا علاقے کا استحصال نہ کر سکتا باہمی اخوت اور امن و سلامتی کی فضا ملک میں قائم رہتی۔ اور ایک دوسرے سے اتحاد پیدا ہی نہ ہوتی۔ اگر اب بھی ہم نے اپنا نظام زندگی تبدیل نہ کیا۔ اور ملک کے اندر اور اپنی زندگیوں کے ہر گوشہ میں اسلام کی بالادستی عملاً قبول نہ کی تو خدا کی ناراضگی سے ہمیں کوئی نہیں بچا سکتا ہماری سلامتی کا راستہ صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کریں۔

مولانا مسعود علی آزاد کی علالت

شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری کے خلیفہ حضرت مولانا مسعود علی آزاد مدظلہٗ فالج کے حملہ کے باعث صاحب فراش ہیں اور ان دنوں ڈی ایم ٹیکسٹائل ملز راولپنڈی میں زیر علاج ہیں۔ قارئین خدام الدین اور حضرت کے متعلقین سے خصوصیت کے ساتھ دعاءِ صحت کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جلد شفاء کاملہ عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ)

صوفیائے کرام کا اجتماع

شجاع آباد میں حسب سابق امسال بھی صوفیائے کرام کا اجتماع مورخہ ۲۴، ۲۵ اگست کو منعقد ہو رہا ہے مختلف اوقات میں سراج السالکین حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی دامت برکاتہم کی تقاریر تصوف و سلوک کے موضوع پر ہوتی رہیں گی اور آپ کے خلفاء بھی مراقبات کرائیں گے۔

دورۂ تفسیر

مولانا عبدالحی صاحب کی اطلاع کے مطابق مدرسہ اشرف العلوم شجاع آباد میں ۴ شعبان سے ۲۷ رمضان المبارک تک تفسیر قرآن پاک کا دور جاری رہے گا۔ تشنگان علوم قرآنی حضرت مولانا عبداللہ صاحب بہلوی مدظلہٗ کے انفاس طیبات محققانہ اسرار و رموزِ قرآن سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

اپیل

مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن شکر گڑھ جو ایک عرصہ سے ملت اسلامیہ کی خدمت کے فرائض سرانجام دے رہا ہے موجودہ پاک بھارت جنگ میں شدید بحران کا شکار ہوا۔ دشمن کے بزدلانہ حملے سے مدرسہ ہذا کی ملکی مسجد کی بالائی منزل اور مسجد کے ہال کو گولہ بارود سے سخت نقصان پہنچا ہے۔

مدرسہ رحیمیہ کو مقامی اور ماہوار چندہ و عطیات بند ہونے کی وجہ سے جہاں مالی نقصان اٹھانا پڑا وہاں علاقہ کے جرائم پیشہ افراد نے مال و اسباب لوٹ لیا۔ اس نقصان کی تلافی کے لیے مخیر حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ زکوٰۃ، صدقات اور عطیات سے امداد فرما کر عنداللہ ماجور ہوں —

ترسیل زر کا پتہ :-
عبدالرحیم مہتمم مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن رجسٹرڈ چوک بخاری شکر گڑھ ضلع سیالکوٹ

2600

تعارف وتبصرہ

تبصرہ کے لیے دو جلدیں ارسال کرنا ضروری ہے

مراقبات

تالیف: پروفیسر عبدالصمد صارم صاحب
قیمت: پانچ روپے
ناشر: ادارہ علمیہ نمبر ۵ دہنی رام روڈ نئی انارکلی لاہور

پروفیسر عبدالصمد صارم علمی حلقوں میں مقبول اور معروف ہیں۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ تاریخ ان کا خاص موضوع ہے۔ تاریخ قرآن، تاریخ تصوف، تاریخ حدیث وغیرہ کتب علمی حلقوں میں خاصی مقبول ہوئیں۔ زیر تبصرہ کتاب مراقبات ان کی نئی تالیف ہے اور اسے سفید کاغذ پر نہایت خوبصورت انداز میں شائع کیا گیا ہے۔ مراقبات ایک صوفیانہ اصطلاح ہے جس کے تحت انھوں نے عالم لاہوت، عالم ملکوت، عالم ناسوت، عالم خیال، عالم صموت، عالم حقیقت، عالم نفس اور عالم طاغوت کے عنوان سے مختلف چیزیں پیش کی ہیں۔

اس میں بعض مقامات پر جو استعارے اور تشبیہات استعمال ہوئی ہیں وہ قطعاً غیر موزوں اور نامناسب ہیں، متبادل الفاظ، ترکیبات اور تشبیہات کا استعمال ممکن ہے اور خود مصنف نے بھی ان مقامات پر اعتراف عجز کیا ہے۔ یہ کتاب نفسیات اور تصوف سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے مفید ہے خود مصنف ہی اگر اسے سبقاً پڑھانے کا اہتمام کریں تو استفادہ میں اضافے کا موجب ہوگا۔

سید حسین احمد مدنیؒ

—— ادارہ تصنیف وتالیف
ناشر: مکتبۂ ظفر۔ ناشر قرآنی قطعات گجرات
محلہ فیض آباد سرگودھا روڈ

قیمت: چار روپے پچاس پیسے

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصی عظمت، علمی فضیلت اور روحانی بلند مرتبت کے اعتراف میں برصغیر پاک وہند کے اہل قلم نے بہت کچھ لکھا ہے خصوصاً بھارت میں روزنامہ الجمعیۃ دہلی، دارالعلوم دیوبند نئی دنیا، الفرقان اور دیگر علمی وادبی، جرائد ورسائل اور روزناموں نے حضرت شیخ مدنیؒ کے سانحۂ ارتحال پر ضخیم خصوصی نمبر شائع کیے، پاکستان میں بھی اگرچہ بعض علمی رسائل ہفت روزہ خدام الدین، چٹان، لیل ونہار لاہور کے ساتھ ساتھ دیگر اخبارات ورسائل نے حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو زبردست خراج تحسین وعقیدت پیش کیا، لیکن اس شخصیت کی عظمت کا جو تقاضا تھا وہ تشنۂ تکمیل رہا۔ انشاء اللہ ادارہ خدام الدین اس سلسلہ میں مقدور بھر سعی کر کے خلا کو پُر کرنے کی ضرور کوشش کرے گا۔ بہر نوع زیر تبصرہ کتاب شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی سے متعلق ان تحریرات کا مجموعہ ہے جو الجمعیۃ، خدام الدین اور دیگر اخبارات ورسائل میں اشاعت پذیر ہوئیں۔

ادارہ تصنیف وتالیف گجرات کے ارکان حکیم پیر عبدالواحد بخاری اور میاں سلطان احمد خوشنویس تحسین وتبریک کے مستحق ہیں۔ کہ انھوں نے گرانقدر خدمات انجام دے کر حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی اور سیاسی کارناموں پر مشتمل اہم معلوماتی مضامین یکجا کتابی صورت میں شائع کیے ہیں۔ کتابت اور طباعت کا معیار نظر ثانی کا محتاج ہے۔

پیمبرؐ کے گھرانے والو

گھر سے نکلے ہو پیمبرؐ کے گھرانے والو
تو سر اللہ رستے میں کٹاتے جاؤ

نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑانے والو
پرچمِ آزادیٔ کامل کا اڑاتے جاؤ

دوش پر بارِ امانت کا اٹھانے والو
درجہ آدم کا فرشتوں سے بڑھاتے جاؤ

دونوں دنیاؤں کی رحمت کے خزانے والو
دونوں ہاتھوں سے یہ گنجینہ لٹاتے جاؤ

گردنیں قیصر وکسریٰ کی جھکانے والو
یہی زور آج بھی دنیا کو دکھاتے جاؤ

خانۂ ظلم کی بنیاد کو ڈھانے والو
اینٹ سے اینٹ پھر اس گھر کی بجاتے جاؤ

نغمۂ توحید کا ہر بزم میں گانے والو
ناچ تگنی کا حریفوں کو نچاتے جاؤ

شور اِنِ الحکم کا دنیا میں مچانے والو
اپنی ہر شرط کی تکمیل کراتے جاؤ

خیلِ اسلام میں نام اپنا لکھانے والو
اپنی گنتی کو ستاروں سے بڑھاتے جاؤ

رسن و دار کی خاطر میں نہ لانے والو
جشنِ آزادیٔ کشمیر مناتے جاؤ

(مولانا ظفر علی خاں مرحوم)

تجدید سبائیت

تالیف: مولانا محمد اسحٰق سندیلوی ندوی
قیمت: ایک روپیہ (مع ڈاک خرچ)
ملنے کا پتہ: توحیدی کتب خانہ، متصل مدرسہ تعلیم القرآن توحید نگر جامع مسجد توحید چاکیواڑہ کراچی۔

تجدید سبائیت ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور میں شائع شدہ مولانا محمد اسحٰق سندیلوی کے ان معرکہ آرا مضامین کا مجموعہ ہے جو انھوں نے جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی ایک کتاب خلافت وملوکیت کے جواب میں لکھے۔ اشاعت اول میں بعض ضروری معلومات رہ گئی تھیں جو کتاب کی اشاعت کے بعد مولانا اسحٰق نے ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور میں چند مضامین اور تحریر کیے جسے علمی حلقوں نے بہت پسند کیا۔

یہ تمام مضامین تجدید وسبائیت کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع کر دیے گئے ہیں۔ کتاب کا حرف آغاز ترجمان اسلام لاہور کے مدیر جناب ڈاکٹر احمد حسین کمال صاحب کے رشحات قلم سے مرتب ہے سبائیت کیا ہے مودودی صاحب نے جس کی تجدید کی ہے ڈاکٹر احمد حسین کمال رقمطراز ہیں،

سبائیت کے متعلق یہ جان لینا ضروری ہے کہ عالم اسلام میں یہ سب سے پہلا فتنہ تھا جس نے مسلمانوں کی وحدت ملیہ کو ٹکڑے پارہ پارہ کرنا چاہا تھا اس فتنہ کی بدولت مسلمانوں میں شیعیت، خارجیت اور معتزلیت وغیرہ تمام گروہ بندیوں نے سر اٹھایا۔

اس فتنہ کا بانی عبداللہ بن سبا نامی ایک یہودی تھا جس نے منافقانہ طور پر اسلام قبول کر کے اور ایران وروم کے مفتوحین کا ایک منافق گروہ اپنے ساتھ ملا کر حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں داخلی بغاوت کا ہنگامہ برپا کیا تھا جو خلیفۂ ثالث وراشد کی المناک شہادت پر منتج ہو کر مسلمانوں میں شدید خونریزیوں کا باعث بنا۔

عبداللہ بن سبا کے اس اٹھائے ہوئے فتنے کی خصوصیت اور بنیادی پالیسی یہ تھی کہ عامۃ المسلمین کو حضرات صحابہ کرام کے متعلق بدظنی میں مبتلا کیا جائے تاکہ اعتماد اور واسطہ کی وہ دیوار منہدم ہو جائے جس کے ذریعے تعلیمات قرآنی و ہدایات نبوی تک صحیح رسائی ممکن ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں کا گمراہ، منتشر اور باہم متصادم ہو جانا مشکل نہ رہے گا چنانچہ اس وقت سے آج تک جس فرد اور گروہ نے حضرات صحابہ کرام پر تنقید وتنقیص کا رویہ اختیار کیا اس نے عبداللہ بن سبا کی تقلید ہی کی اور اس کے ناپاک منصوبے کو پورا کرنے کا مذموم کام انجام دیا۔ اسی لیے مورخین اور علماء دین نے صحابہ کرام سے متعلق اٹھنے والی ہر معاندانہ مہم کو فتنۂ سبائیت سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت مولانا محمد اسحٰق سندیلوی سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بھی بجا طور پر اپنے اس مضمون میں صحابہ کرام کے متعلق مودودی صاحب کے گمراہ کن خیالات کو تجدید سبائیت سے معنون کیا ہے۔ اسی کتاب میں مودودی صاحب کے ان تمام حملوں، اعتراضات اور گستاخیوں کا مسکت جواب دیا گیا ہے جو مودودی صاحب نے رسوائے زمانہ کتاب خلافت وملوکیت میں درج کی ہیں۔

کتاب کی ترتیب، کتابت اور معیار طباعت نظر ثانی کا محتاج ہے۔

بقیہ : جنگِ یرموک

میمنہ پر مقرر کیا۔ قباث بن اشیم کو میسرہ، اور ہاشم بن عتبہ کو پیدل فوج کی افسری دی۔ اپنے رکاب کی فوج کے چار حصے کیے ایک کو اپنی رکاب میں رکھا، باقی کو قیس بن ہبیرہ، میسرہ بن مشروق، عمرو بن الطفیل کو مقرر کیا۔ یہ تینوں بہادر تمام عرب میں انتخاب اور اس وجہ سے فارس العرب کہلاتے تھے، رومی بھی بڑے ساز و سامان سے نکلے۔ دو لاکھ سے زیادہ کی جمعیت تھی اور ۲۴ صفیں تھیں، جن کے آگے آگے ان کے مذہبی پیشوا ہاتھوں میں صلیبیں لیے جوش دلاتے جاتے تھے، فوجیں بالکل بالمقابل آگئیں، تو ایک بطریق صف چیر کر نکلا اور کہا میں تنہا لڑنا چاہتا ہوں، میسرہ بن مسروق نے گھوڑا بڑھایا مگر چونکہ نہایت تنومند اور جوان تھا، خالدؓ نے روکا اور قیس بن ہبیرہ کی طرف دیکھا وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ ؎

سَلْ نِسَاءَ الحَيِّ فِي حِجَالِهَا
اَلَسْتُ يَوْمَ الحَرْبِ مِنْ اَبْطَالِهَا

پردہ نشین عورتوں سے پوچھو کیا میں لڑائی کے دن بہادروں کے کام نہیں کرتا۔

قیس اس طرح جھپٹ کر پہنچے کہ بطریق ہتھیار بھی نہیں سنبھال چکا تھا کہ ان کا وار چل گیا۔ تلوار سر پر پڑی اور خود کاٹتی ہوئی گردن تک اتر آئی۔ بطریق ڈگمگا کر گھوڑے سے گرا اور ساتھ ہی مسلمانوں نے تکبیر کا نعرہ مارا۔ خالد نے کہا شگون اچھا ہوا، اب خدا نے چاہا تو آگے فتح ہے۔ عیسائیوں نے خالد کے ہمرکاب افسروں کے مقابلہ میں جدا جدا فوجیں متعین کی تھیں لیکن سب نے شکست کھائی۔ اس دن یہیں تک پہنچ کر لڑائی ملتوی ہوگئی۔

فلپائن میں مسلم مشن کی موجودگی میں مسلمانوں اور فوج میں خونریز تصادم۔ تحقیقات شروع ہوگئیں

نئی دہلی۔ مصر اور لیبیا کے مشن نے فلپائن کے مسلمانوں کے مسائل کی تحقیقات شروع کر دی ہے ساتھ ہی مسلمانوں اور سرکاری فوج میں ایک اور تصادم ہونے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ فلپائن کی خبر رساں ایجنسی کے مطابق مشن نے مسلم لیڈروں اور مہاجرین سے صوبہ کوتا باٹو کے مقام رنباگوئی میں ملاقات کی یہ مقام منیلا سے ۵۰۵ میل جنوب میں ہے ملاقات کا مقصد یہ تھا کہ فلپائن کے جنوبی علاقہ منڈاناؤ میں مسلمانوں کے حالات اور مسائل کا جائزہ لیا جائے گزشتہ ماہ صدر مارکوس نے مصر اور لیبیا کی حکومتوں کو دعوت دی تھی کہ وہ فلپائن کے مسلمانوں کے حالات کی تحقیقات کے لیے اپنے نمائندے فلپائن بھیجیں اس سے قبل مسلسل یہ خبریں آ رہی ہیں کہ عیسائی ۲۵ لاکھ مسلم اقلیت کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مصر اور لیبیا کے مشن نے کانسٹیبلری مینگ پولیس کے افسروں اور کوئی دو ہزار مسلمانوں سے ملاقات کی ہے۔ فلپائن کی خبر ایجنسی کے مطابق کل ملی الیسح کوٹا باٹو کے ایک اور قصبہ میں مسلمانوں اور سرکاری فوج کے درمیان تصادم میں دو مسلمان شہید اور پانچ زخمی ہوئے۔ ایجنسی نے کہا ہے کہ اتوار کے دن منیلا سے ۲۵ میل جنوب میں زمبوانگا میں تصادم کے دوران ۴ عیسائی ہائی گیر ہلاک ہو گئے۔ منڈاناؤ کے صوبوں میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان تصادم میں آٹھ سو سے زیادہ افراد ہلاک ہو چکے ہیں زمین کے تنازعات اور پولیس کا رویہ خونریزی کا بڑا سبب بتایا جاتا ہے

(۱۷ جولائی جنگ کراچی)

بقیہ : حفظِ صحت

ہے۔ صحت کی قدر نہ کرنا اس کو کھو دینے کی کوشش کرنا اور بیماری کو دعوت دینا ہے۔ جسم اور ذہن و روح میں بڑا گہرا تعلق ہے۔ جسم اگر صحت مند نہیں ہے تو ذہن بھی کام کے قابل نہیں رہتا اور ذہنی ذمے داریوں کا پورا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جسم اگر پاک صاف نہ ہو تو روح بھی پاکیزگی سے محروم رہے گی۔ صحت کے بغیر انسان اپنے اعمال و افعال پر پوری طرح قادر نہیں ہوتا، چاہے وہ جسمانی ہوں یا روحانی۔ زندگی صحت سے عبارت ہے صحت کی حفاظت انفرادی افادیت بھی رکھتی ہے۔ اور قومی اہمیت بھی۔ افراد کا مجموعہ قوم کہلاتا ہے۔ فرد کی صحت اچھی ہوگی تو قوم بھی صحت مند ہوگی۔ حفظِ صحت کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر قومی ضروریات کے لئے صحت کا خیال ضروری ہے۔ بیمار اور کمزور قومیں نہ اپنی خوشحالی کے لئے محنت کر سکتی ہیں اور نہ بیرونی دشمن سے مقابلہ کر کے اپنے ملک کا دفاع کر سکتی ہیں لہٰذا صحت مند قومیں کش مکشِ حیات میں کامیاب ہوتی ہیں اور اپنی جسمانی اور ذہنی قوتوں کو یکسوئی کے ساتھ تعمیر و ترقی میں صرف کر سکتی ہیں۔

(بشکریہ ریڈیو پاکستان۔ بہ ترمیم و اضافہ)

بقیہ : مجلس ذکر

بھائی! ایسے ناخوش اور پریشان کیوں جاتے ہو؟ تو کہنے لگا۔ میں آپ کی بڑی شہرت سن کر آپ کے حلقۂ ارادت میں شمولیت اختیار کرنے کے لیے آپ کے ہاں آیا تھا لیکن اتنا عرصہ میں یہاں رہا۔ کوئی کرامت تو آپ کی میرے دیکھنے میں آئی نہیں۔ اس لیے بے نیل و مرام واپس جا رہا ہوں۔

تو اللہ والے نے کہا۔ یہ بتاؤ کہ جتنا عرصہ تم میرے پاس رہے اس دوران میرا کوئی عمل شریعت کے خلاف تو نہیں دیکھا؟

اس نے اعترافاً جواب دیا۔ نہیں۔
انہوں نے فرمایا۔ پھر اس سے بڑی کرامت اور کوئی نہیں۔ کہ مومن کی زندگی کا ہر لمحہ و گوشہ اور ہر عمل گناہ کے بدصورت دھبوں سے پاک ہو جائے۔

خدائے ذوالجلال ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ : شذرہ

افسروں کا تقرر کیا ہے اس کے علاوہ غیر سندھی پولیس کو صرف لاٹھیاں دی گئی ہیں اور ان سے آتشیں اسلحہ چھین لیا گیا ہے جب کہ سندھی پولیس کے پاس ابھی تک رائفلیں موجود ہیں؟

بقیہ : حافظ عبدالمجید نابینا

جس سے برطانوی حکومت بوکھلا اٹھی۔ احرار نے پورے ملک میں ایسی پرجوش باغیانہ تقریریں کیں کہ پورے ملک کی فضا انگریزوں کے خلاف برہم ہوگئی۔ لیڈر پکڑ لیے گئے۔ حافظ عبدالمجید صاحب بھی اسی تحریک میں حصہ لیتے ہوئے ایک سال قید کر کے جیل بھیج دیے گئے۔

انھوں نے یہ سزا راولپنڈی جیل میں اپنے عظیم ہمراہیوں چوہدری افضل حق، امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا گلشیر شہید، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، شورش، عبدالرحیم عاجز، صوفی عنایت محمد پسروری، شیخ حسام الدین اور دوسرے بزرگوں کے ساتھ گزاری۔ یہ سب لیڈر خود بڑے بڑے عظیم انسان تھے لیکن یہ سب لوگ حافظ عبدالمجید سے متاثر ہوتے تھے چنانچہ مفکرِ احرار چوہدری افضل حق نے اپنی بیٹی کے نام خطوط میں حافظ عبدالمجید صاحب کا ذکر کیا اور حافظ صاحب کی مصروفیتوں اور تعلیم و تعلم کے لیے جدوجہد کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

ایک سال بعد جب راولپنڈی جیل سے ان کی رہائی ہوئی اور وہ لائل پور پہنچے تو وہ پہلے سے بھی زیادہ انگریزوں کے خلاف باغیانہ جذبات اور عزائم رکھتے تھے اسی زمانہ میں انہوں نے اسلام کے مایۂ ناز فرزند ابنِ حزم کی مشہور تصنیف محلّی کا مطالعہ کیا۔ ابنِ حزم سے وہ اتنے متاثر تھے کہ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے سخت خلاف ہوگئے اور تاج برطانیہ کے صاحبزادگان کے خلاف غریبوں، بھوکوں اور ننگوں کے ہر اقدام کو جائز بتانے لگے تھے

بچوں کے لیے

نماز

اسلام کا اہم رُکن

محمد انور میلسوی

پیارے بچو! اسلام کے بنیادی پانچ ارکان ہیں جن میں سے نماز دوسرا اہم رکن ہے۔ یعنی ایمان لانے کے بعد سب سے پہلا فرض نماز ہے۔ قرآن مجید احادیث شریفہ میں سینکڑوں جگہ نماز کے فضائل اور اس کے ترک پر وعید کا ذکر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے نماز کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے اپنے کلام پاک میں فرمایا کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ۔ بے شک نماز بے حیائی و برائی سے بچاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص برائی و بے حیائی اور دیگر خلاف شرع امور میں مبتلا ہو اور نماز کو پابندی سے ادا کرنے لگ جائے تو کچھ دنوں میں ہی ان کاموں سے رُک جائے گا۔ اور وہ بری عادات اور افعال قبیحہ اس سے جلد ہی ختم ہو جائیں گے۔ اور اگر کوئی شخص نماز بھی پڑھتا ہو اور بُری عادات میں بھی مبتلا ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نماز میں تاثیر نہیں رہی بلکہ یوں کہا جائے گا کہ وہ نماز صحیح طور سے نہیں ادا کر رہا ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو باجماعت ادا کرنے کا حکم اور جماعت کے چھوڑنے پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ جاؤں بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لاؤں اور ان لوگوں کے مکانوں کو جو نماز باجماعت نہیں پڑھتے بلکہ اپنے گھروں میں ہی پڑھ لیتے ہیں آگ لگا دوں۔

ذرا سوچیے گا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی امت پر بے حد رحیم و کریم تھے اپنی امت کے فکر میں ہی ساری عمر گزار دی اور امت کی کامیابی و کامرانی کو پیش نظر رکھ کر طرح طرح کی تکالیف کو برداشت کیا طائف میں پنڈلیاں مبارک زخمی کرائیں اور جنگِ اُحد میں دانت مبارک شہید کرائے لیکن امت پر اتنی شفقت کے باوجود ان لوگوں کے بارے میں جو جماعت کو چھوڑ دیتے ہیں اتنی ناراضگی اور غصہ کا اظہار کیا کہ ان کے گھروں کو جلانے تک کے لیے تیار ہیں۔

ایک حدیث شریف میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر۔ (جس شخص نے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑ دیا گویا کہ تحقیق اس نے کفر کیا) یعنی کہ ترک نماز کو کفر کے ساتھ تشبیہ دی اور فرمایا کہ مومن و کافر میں فرق کرنے والی چیز نماز ہی ہے — اور نماز کے بارے میں ہی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"، اور نماز اسلام کے لیے بمنزلہ ستون کے ہے" کہ جس طرح سے کہ ایک عمارت کا قیام بغیر ستون کے نہیں ہوتا۔ اسی طرح سے نماز بھی اسلام کے لیے ستون کی طرح ہے۔ کہ اسلام بھی نماز کے ساتھ ہی قائم ہے۔

اور فرمایا کہ نماز اسلام کے لیے سر ہے کہ جس طرح انسان کے لیے سر کا ہونا ضروری ہے اور انسان بغیر سر کے نہیں ہو سکتا اسی طرح سے نماز کے بغیر بھی اسلام کا قیام نہیں اور نماز ہی اپنے حقیقی مولیٰ اور اپنے مالک سے ملاقات کا ذریعہ بنتی ہے چنانچہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی کے تحت فرمایا۔ کہ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ (ترجمہ) نماز مومنین کے لیے معراج ہے۔ یعنی ملاقات کا ذریعہ ہے — اور ظاہر بات ہے کہ جب اس دنیائے فانی کے ہی کسی حاکم (کہ جس کی حکومت چند روزہ ہے اور فانی ہے) سے اگر انسان ملنے جاتا ہے تو اس وقت ہر طرح کے ادب کو ملحوظ نظر رکھ کر ہی اس سے بات کرتا ہے اور جب کہ نماز ایسے احکم الحاکمین (کہ جس کی حکومت ابدی ہے اور لازوال ہے جو ہر شخص کا خالق و مالک ہے جس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی قوت نہیں۔ جس کی ثناء کائنات کا ذرہ ذرہ کر رہا ہے۔ جس نے کائنات کو لفظ کن (ہو جا) سے پیدا کیا۔ جس کے سامنے بڑے بڑے انبیاء اور بڑے بڑے فرشتے لرزہ براندام ہیں) ملاقات کرنے کے لیے کس درجہ ادب کو ملحوظ نظر رکھنا ہوگا کس درجہ اس سے ملاقات کے وقت اپنی عاجزی و انکساری کا اظہار کرنا ہوگا۔ اور اس سے ملنے کے وقت کس قدر خشوع و خضوع کی ضرورت ہوگی، اسی خشوع و خضوع کو رب ذوالجلال نے نمازی کی صفت بیان فرمائی۔ فرمایا کہ وَالَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ۔

ایک عورت کا واقعہ ہے کہ اس نے شام کے وقت روٹی پکانے کے لیے تنور جلایا۔ لیکن دل میں سوچا کہ پہلے نماز مغرب پڑھ لوں، بعد میں روٹی پکا لوں گی۔ چنانچہ اس نے نماز شروع کر دی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ایک چھوٹا بچہ کھیل رہا تھا۔ ابھی اس نے نماز شروع ہی کی تھی کہ شیطان لعین اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تنور جل رہا ہے تیرا بچہ قریب ہی کھیل رہا ہے۔ کہیں گر نہ جائے۔ اس لیے پہلے اس بچہ کی حفاظت کر نماز تو پھر بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ لیکن وہ عورت بالکل شیطان کی طرف متوجہ نہ ہوئی اس کے بعد شیطان کچھ رنجیدہ ہوا اور اس نے بچہ کو جو تنور سے دور کھیل رہا تھا تنور کے قریب لا کر بٹھا دیا۔ اور دوبارہ اس عورت کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا۔ وہ دیکھ تیرا بچہ تنور میں بالکل گرنے کے قریب ہے۔ اس لیے اسے پہلے اٹھا پھر نماز پڑھ لینا۔ لیکن وہ عورت جو اپنے حقیقی مولیٰ اور اپنے حقیقی مالک کی طرف متوجہ تھی اور اسے اپنا حافظ و ناصر سمجھتی تھی بالکل شیطان کی طرف توجہ نہ کی اور نماز میں مشغول رہی۔ اس کے بعد تو شیطان بہت پشیمان ہوا اور اس نے اس بچے کو تنور میں ڈال دیا۔ اور پھر اس عورت کے پاس پہنچا اور کہتا ہے کہ وہ تیرا بچہ تو تنور میں گر چکا ہے۔ جلدی کر اسے بچا ورنہ وہ تو جل کر راکھ ہو جائے گا — لیکن وہ مستقل مزاج اور اپنے خدا کو ہی ہر شئے کا کارساز ماننے والی عورت نماز میں ہی مشغول رہی اور نماز کو سکون و اطمینان سے مکمل کیا۔ اور دعا مانگی۔ اس کے بعد وہ تنور کی طرف گئی اور دیکھا کہ اس کا بچہ انگاروں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ اور اس نے ایک انگارہ اپنے منہ میں ڈال لیا۔ اور وہ یاقوت بن گیا —

بچو! دیکھا، اس عورت نے کس طرح سے خدا کو ہی ہر شئے پر قادر تسلیم کیا اور خدا نے اس کی کس طرح سے مدد کی اور اس عورت نے اپنی نماز میں خشوع و خضوع کی کیسی مثال پیش کی۔

پیارے بچو! خدا کی اطاعت ضروری ہے اور اس کا ہر امر پورا کرنا واجب ہے۔ اسی کو قادر مطلق تسلیم کرنا چاہیے اور اسی سے ڈرنا چاہیے اور اسی کے سامنے سربسجود ہونا چاہیے اللہ تعالےٰ نے سب کو اس کے احکام بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ٹیلیفون نمبر
۶۷۵۴۵

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر
۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۲۰۷۶۷-D.D.4 مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲ G.M/۴۰-۱۵۲۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء

حفظِ صحت

حکیم محمد سعید دہلوی

عربی زبان اتنی فصیح و بلیغ ہے کہ دنیا کی کوئی زبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ایک ہی لفظ میں صرف ایک دو حرف کی کمی بیشی اس کے معانی و مطالب میں بڑی تبدیلی اور وسعت پیدا کر دیتی ہے اسمِ نکرہ پر صرف الف لام لاکر اس کے معانی اتنے وسیع کر دیئے جاتے ہیں۔ کہ وہ چیز کی ہر قسم، ہر حالت اور ہر مقدار پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ والرجز فاھجر میں حرفِ رجز پر الف لام آنے سے مراد تمام قسم کی رجز یعنی نجاست روحانی ہو یا جسمانی، انفرادی ہو یا اجتماعی لباس سے متعلق ہو یا خوراک سے، مکان میں ہو یا گلی کوچے میں۔ عوامی گذرگاہوں میں پائی جائے یا آرام گاہوں میں، کثیر ہو یا قلیل اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور اور اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے،، اس آیتِ کریمہ کو آپ دوبارہ سنیئے اور پھر اس کے مطالب پر خوب غور کیجیئے۔

وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (اپنے لباس کو صاف رکھا کرو۔ اور ہمہ قسم کی غلاظت اور گندگی سے کلیتہً پرہیز کیا کرو۔) اللہ اکبر! ایک جملے میں کتنے معنی پنہاں ہیں۔ اور کتنے مطالب ہیں۔ اور صحت مند رہنے کا کس قدر بڑا سبق ہے! قرآن حکیم میں ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ اس طرح ہے کہ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً طَهُوْرًا (اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا جو تمہیں طاہر کرتا ہے۔ پاک کرتا ہے۔

قرآن حکیم صحیفۂ آسمانی اور کلامِ ربانی ہے اور امتِ مسلمہ کا دستورِ زندگی ہے اسے پڑھنا، اس کی تلاوت کرنا، اس کی سورتوں اور آیتوں کو سمجھنا اور ان سے استفادہ کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اور فرض ہے۔ پاکی اور طہارت کا اور صفائی کا جب حکم آتا ہے تو قرآن پاک کو صرف وہی لوگ ہاتھ لگا سکتے ہیں جو پاک و صاف ہوں۔

میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ اسلام نے ہمیں اصولِ حفظِ صحت بتائے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قلیل وقت میں جو اس وقت میسّر ہے۔ سب کچھ بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے میں نے حفظ صحت اور صحت مند اور تندرست رہنے کے سب سے پہلے اصول پر روشنی ڈالی ہے۔ یعنی آپ کو صفائی کے متعلق احکامِ قرآنی پر متوجہ کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ حفظِ صحت کا نہایت اہم اور بنیادی اصول صفائی اور طہارت ہے۔ اب میں صحت اور تندرستی کے بارے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ اللہ تبارک و تعالےٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے۔ صحت کی حفاظت کرنا اس نعمت پر اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کرنے کے مترادف ہے انسان جس چیز کی قدر کرتا ہے وہ اس کا اور زیادہ مستحق قرار پاتا ہے اور اس سے محروم نہیں ہوتا۔ ناقدری ایک طرح کی ناشکری

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا